الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

مئی 2022ء

ashrafiamonthly@gmail.com

https://aljamiatulashrafia.in

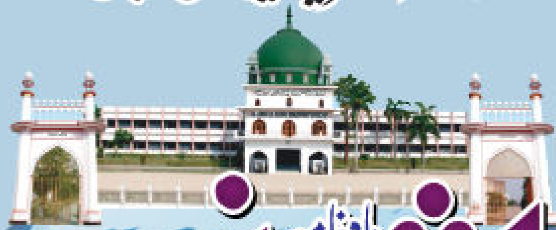

امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بے شمار خوبیوں کی درخشاں شخصیت تھی، آپ خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے، سرکار ﷺ نے آپ کو غسلِ ولادت سے سرشار فرمایا۔ آپ اہلِ جنت کی کشتی کے مضبوط رکنِ رکین ہیں، گم گشتگانِ راہ کے لیے صحابیت کے تابندہ ستارے ہیں۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد آقا ﷺ نے آپ کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی منتخب فرمایا، آپ کی شان میں تین سو قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ بے شمار احادیث نبویہ آپ کے فضائل میں وارد ہوئیں۔ آقا کی نورِ نظر خاتونِ جنت کے آپ پاکیزہ شوہرِ نامدار ہیں۔ جنتی جوانوں کے سردار حضرات حسنین کریمین کے آپ والد غم گسار ہیں۔ آپ کو سرکار نے ابوتراب فرمایا۔ آپ اس لقب پر ہمیشہ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔ فصاحت و بلاغت آپ کے الفاظ اور اسلوب سے سنورتی ہے۔ آپ کے زریں خطابات دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ شعر و سخن کے رموز و اسرار آپ کی شاعری کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی حیات و فکر سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ خلفاے ثلاثہ کے معتمد اور معین و مددگار رہے۔ عہدِ صحابہ میں آپ بڑے قاضی اور منصف تھے۔ آپ کے حیرت انگیز فیصلے اکابر صحابہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے تھے، جنگ خیبر کے موقع پر سرکار نے آپ کو گرمی اور سردی نہ لگنے کی دعا دی تو آپ ہمیشہ کے لیے سردی اور گرمی سے محفوظ ہو گئے۔ آپ کی ذات گرامی علم و حکمت کا دروازہ تھی، شجاعت کی بلندی ایسی کہ آج "یا علی مدد" کہ کر بڑے بڑے معرکے سر کر لیے جاتے ہیں۔

مبارک حسین مصباحی

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ

(1) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Central Bank of India
A/C 3610796165
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Union Bank of India
A/C 303001010333366
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Punjab National Bank
A/c 05752010021920
IFSC. Code : PUNB0057510

(For Construction) برائے تعمیری چندہ

(1) Aljamiatul Ashrafia
Central Bank of India
A/c 3610803301
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Aljamiatul Ashrafia
Union Bank of India
A/c 303002010021744
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Aljamiatul Ashrafia
Punjab National Bank
A/c 05752010021910
IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبد الحفیظ عزیزی

سربراہ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 5

مئی 2022ء

شوال المکرم 1443ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپیے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپیے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپیے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپیے

دیگر بیرونی ممالک

$ 25 امریکی ڈالر £ 20 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	امیر المؤمنین حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مبارک حسین مصباحی	3

مطالعۂ قرآن

تفہیم قرآن	دورِ جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	10

مطالعۂ حدیث

تفہیم حدیث	علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پانچویں قسط)	مفتی محمود علی مشاہدی	12

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	14

نظریات

فکر امروز	کشمیر فائلس کے بعد	مشتاق نوری	16

اسلامیات

شعاعیں	شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے	محمد ساجد نصیری	18

اساطین تصوف

ذکر جمیل	امین امت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	21

شخصیات

انوار حیات	شہیدِ ناموسِ رسالت ملک ممتاز حسین قادری	محمد رضوان طاہر فریدی	23

سماجیات

اسلامی معاشرت	بھائی-ایک سچا محب ومعاون	مولانا محمد ہارون مصباحی	29
مغربی تہذیب	مغربی ادب میں ویئر وولف-حقیقت یا افسانہ	مہتاب پیامی	33

بزمِ دانش

فکر ونظر	رمضان المبارک اور دینی مدارس	مولانا محمد عابد چشتی/مولانا بلال احمد نظامی	37

ادبیات

گوشۂ ادب	افقِ تصوف پر رندانہ مہتاب	مبارک حسین مصباحی	40
تاثر گرامی	رباعیاتِ نور اور مدحت کی کہکشاں	ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی	47
یادش بخیر	علامہ ارشد القادری کا ایک مکتوب	مبارک حسین مصباحی	48
نقد ونظر	فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو-ایک مطالعہ	تبصرہ نگار: وزیر احمد مصباحی	49
خیابان حرم	نعت پاک	مہتاب پیامی	51

مکتوبات

صدائے بازگشت	خواجہ ساجد عالم لطفی مصباحی/حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	53

سرگرمیاں

خیر وخبر	جامعہ اسلامیہ میرا روڈ میں جلسۂ تکمیل حفظ قرآن/ممبئی میں جلسۂ ختم درس تفسیر قرآن	55

۷۸۶

امیر المؤمنین حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

مبارک حسین مصباحی

امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سلسلہ نسب علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی ہاشمی۔ والدہ کا سلسلۂ نسب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف، ہاشم پر یہ سلسلہ، نسب پدری سے مل جاتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ آقاے دو جہاں ﷺ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب جناب ابو طالب کے بھائی تھے، اس طرح مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔

آپ کا جسم مبارک قدرے بھاری تھا، اکثر خَود استعمال کرنے کی وجہ سے سر کے بال اڑے ہوئے تھے، درمیانہ قد مائل بہ پستی، انتہائی طاقت ور تھے۔ رنگ گندمی، اور نورانی، ریش مبارک گھنی اور دراز تھی۔ آپ شیر خدا بھی تھے اور حیدر کرار بھی۔ آپ شجاعت و سخاوت کے پہاڑ بھی تھے اور فصاحت و بلاغت کے بحرِ ناپیدا کنار بھی۔ آپ باب العلم بھی تھے اور حلم کے شہریار بھی۔ جرأت و ہمت کی ناقابلِ شکست چٹان بھی تھے اور فاتحِ خیبر بھی۔ عبادت و ریاضت کے پیکرِ جمال بھی تھے اور تصوف و روحانیت کا اولین سر چشمۂ ہدایت بھی۔ آقاے کریم ﷺ کے بعد عام طور پر تصوف کے روحانی چشمے آپ ہی سے پھوٹتے ہیں۔

حضور ﷺ کی نسل کی اصل کہ حضور کی اولاد آپ ہی سے چلی، حسنین کریمین کے آپ والد ماجد ہیں، آپ پنجتن پاک میں ہیں، حضور ﷺ کے گھر آنگن میں آپ کی پرورش ہوئی، سرکار ﷺ نے آپ کو غسلِ ولادت دیا، آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کو وصال پر ملال کے بعد غسل دیا، آپ آلِ عباس ہیں، اپنے آقا کی امت میں قاسمِ ولایت آپ ہی ہیں۔ آپ کے تعلق سے آقاے کریم ﷺ کی سب سے زیادہ احادیث ہیں۔ سچ اور حق یہ ہے کہ ریت کے ذروں اور آسمان کے تاروں کی طرح آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ آپ کے حوالے سے قرآن عظیم کی تین سو آیات نازل ہوئیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاس قال: نَزَلَت فِیْ عَلِیٍّ ثَلَاثُ مِأَته آیَةٍ. (تاریخ بغداد، ج:6، ص:221 وغیرہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔

آپ نے گہوارۂ نبوت میں پرورش پائی، آپ احادیث کی روایت میں سخت احتیاط فرماتے تھے، تاریخ الخلفا میں ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کے فرزندوں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، محمد بن حنفیہ، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابو موسیٰ، ابو سعید، زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ، ابو عمامہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ، صحابہ اور تابعین روایت کرتے ہیں۔

(تاریخ الخلفا، از: علامہ جلال الدین سیوطی، ص:243)

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین　　ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

آپ ۳۰ عام الفیل میں بعثت نبوی سے 10 برس قبل یعنی 23 رجب 23 قبل ہجری/17 مارچ 1599ء میں خانۂ کعبہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے، حضور ﷺ نے حضرت علی کو اپنی کفالت میں لے لیا جب آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو حضور ﷺ کی آغوشِ تربیت اور فیضانِ محبت میں پایا، آپ کا جمالِ جہاں آرا دیکھا، انھیں کی باتیں سنیں اور انھیں کی عادتیں سیکھیں، اس لیے بتوں کی نجاست سے آپ پاک رہے کبھی آپ نے بت پرستی نہیں کی، اسی لیے **"کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم"** آپ کا لقب ہوا۔ (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ وغیرہ)

امیر المومنین مولا علی کی یہ خوش بختی ہے کہ ولادت کے بعد پہلے آقاے کریم ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت فرمائی، اسی کی برکت ہے۔

mubarakmisbahi@gmail.com

آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اَلنَّظَرُ إِلٰى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ.

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ، حدیث نمبر 4665)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ علی [کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم] کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

اسلام قبول کرنے کی سرگذشت:

ابن اسحاق نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت خدیجہ کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے وقت ایک دن حضرت علی آئے تو دیکھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت خدیجہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت علی نے عرض کیا، اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) آپ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ اللہ کا دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا، اسی دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔

آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور لات وعزیٰ کے انکار کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت علی نے عرض کیا: میں نے اس سے پہلے اس کے بارے میں کبھی نہیں سنا، میں پہلے اپنے والد ابو طالب سے دریافت کیے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خود اعلان کرنے سے پہلے اس کو پوشیدہ رکھا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: اے علی! اگر آپ ایمان نہ لاتے ہو تو اس راز کو مخفی رکھو، ایک رات کے توقف کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں اسلام کی روشنی ڈال دی۔

صبح کے وقت حضرت علی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کیا، آپ نے کل مجھ سے کیا فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا: آپ گواہی دو کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ، اور لات وعزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے براءت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی نے اسی طرح کیا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری، اسد الغابہ، ج:4، ص:18، ملخصًا، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران)

آپ کی شان وعظمت اور حضور سے کمال قربت کا اندازہ صحیح بخاری شریف میں وارد حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد مبارک سے ہوتا ہے آپ نے فرمایا: اَنْتَ مِنِّي وَاَنَا مِنْكَ۔ ترجمہ: اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب علی بن أبی طالب، حدیث نمبر: 2699)

بلا جہیز عقد نکاح:

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا عقد نکاح، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ہوا۔ معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کا نکاح علی (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے کراؤں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج،8، ص،497، حدیث نمبر: 10152)

تفصیلی بحث میں نہ جاتے ہوئے اختصار سے عرض ہے کہ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ ہی کے مکان میں رہتے تھے، اس لیے حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنا ایک مکان آپ کو دے دیا۔ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اسی مکان میں تشریف لے گئیں، آپ کے والدِ گرامی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اسی مکان کے دروازے پر جلوہ گر ہوئے، اجازت طلب فرمائی اور اندر تشریف لے گئے۔ ایک برتن میں پانی منگایا، اس میں اپنے ہاتھ ڈالے، اس پانی کو آپ نے اپنے داماد حضرت علی کے سینے اور بازو پر چھڑکا، پھر اپنی نور نظر حضرت فاطمہ زہرا کو بلایا اور ان پر بھی چھڑکا اور فرمایا، میرے خاندان میں جو سب سے بہتر ہے میں نے اسی کے ساتھ آپ کا نکاح کیا۔

حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مہر 400 درہم تھا، جس کی مقدار ایک سو ساڑھے سولہ تولہ چاندی ہوتی ہے۔ عام طور پر مہرِ فاطمی کا ذکر کیا جاتا ہے، لہٰذا یا تو اتنی چاندی دی جائے یا نکاح کے وقت جو چاندی کی قیمت بنتی ہے وہ دی جائے۔

نَقَلَ ابْنُ الْهِمَامِ أَنَّ صَدَاقَ فَاطِمَةَ كَانَ أَرْبَعَ دِرْهَم. (مرقات، شرح مشکات، ج:3، ص:447)

امام ابن الہمام صاحبِ فتح القدیر نے نقل فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو درہم تھا۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"مہر فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا چار صد درہم بود"۔(ملخصاً اشعۃ اللمعات، ج ثالث، ص:137)

یہ جو آج مسلم معاشرے میں معروف ہو گیا ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی جانب سے چند چیزیں بطور جہیز عطا فرمائی تھیں، یہ تصور غلط ہے۔ دراصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھی سرپرست تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے روپئے سے استعمال کے کچھ ضروری سامان خرید کر منگائے تھے، ہمارے معاشرے میں یہ جبراً جہیز کی وبا شرعی نہیں بلکہ ہندوستانی مذاہب کی لعنت ہے۔ ہاں اسلام میں وراثت ہے جس کا عام طور پر چلن بند ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت علی کا بلند مقام:

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔[ترمذی]

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سچی محبت ایمان کی نشانی ہے اور آپ سے بغض و عداوت منافقت کی واضح علامت ہے۔

❖ عَنْ زِرٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:563، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت زر بن حبیش سے، فرماتے ہیں: فرمایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی قسم جس نے دانہ چیرا اور جان کو پیدا کیا کہ مجھ سے نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد فرمایا کہ مجھ سے محبت نہ کرے گا مگر مؤمن اور مجھ سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق۔(مسلم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت بفضلہ تعالیٰ اہل سنت کو حاصل ہے۔ سچی محبت یہ ہے کہ اعمال میں ان کی پیروی کرے، ان کی مخالفت نہ کرے، حضرت علی کی ساری اولاد اور سارے دوستوں سے محبت کرے، صحابۂ کرام سے نفرت اور حضرت مولا علی سے محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ بعض لوگ صرف حسنین کریمین سے عشق کرتے ہیں اور دیگر اولاد سے نفرت کرتے ہیں، یہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سچی محبت نہیں، آپ نے سیدہ فاطمہ زہرا کے وصال کے بعد آٹھ نکاح فرمائے، چھ بچے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئے، باقی بارہ فرزند دیگر اہلیات سے، تین بچیاں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور باقی چودہ بچیاں دیگر اہلیات رضی اللہ عنہن سے۔

❖ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى، إِلاَّ أَنَّه لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (از: بخاری و مسلم، مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:563، مجلس برکات، مبارک پور)

روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جناب علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا، بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اہل مدینہ کی حفاظت پر اور حضرت عبد اللہ ابن مکتوم کو نماز کی جماعت کرانے پر مقرر فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جہاد میں ساتھ جانے کی خواہش کی تو یہ فرمایا کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام جب طور پر مناجات کے لیے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنی اسرائیل میں چھوڑ گئے ایسے ہی میں تم کو اپنا نائب بنا کر مدینہ میں چھوڑتا ہوں۔

یعنی آپ میں اور جناب ہارون علیہ السلام میں فرق یہ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی، تم میرے خلیفہ تو ہو مگر نبی نہیں کیوں کہ مجھ پر نبوت ختم ہو چکی۔ اس حدیث سے روافض یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی حضور کے خلیفہ بلا فصل ہیں، ان میں اکثر تو کہتے ہیں کہ تمام صحابہ اس لیے کافر ہیں کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہوتے ہوئے اور کو خلیفہ مان لیا، بعض روافض کا عقیدہ یہ ہے کہ خود حضرت علی بھی کافر ہیں کہ انھوں نے اپنی خلافت کے لیے صحابہ سے جنگ نہ کی بلکہ ان خلفا کی بیعت کرلی۔(مرقات) یہ عقیدہ تو سارے روافض کا ہے کہ حضرت

علی نے تقیہ کر کے دب کر ان خلفا سے بیعت کی تھی۔ نعوذ باللہ شیر نہ تقیہ کرتا ہے، نہ دبتا ہے، نہ مظلوم ہوتا ہے، حضرت علی بلاشک شیر خدا تھے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مشابہت صرف اس عارضی وقتی خلافت میں ہے تشبیہ مطلق نہیں بلکہ تشبیہ مقید ہے ورنہ حضرت ہارون علیہ السلام سگے بھائی تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے، حضرت علی چچازاد بھائی، حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے، حضرت علی چھوٹے، حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام سے چالیس سال پہلے وصال فرما گئے تھے، حضرت مولیٰ علی بعد میں حیات رہے، حضور ﷺ نے صرف حفاظت مدینہ کا حضرت علی کو خلیفہ بنایا تھا، نماز کا امام نہ بنایا تھا وہ تو ابن ام مکتوم تھے رضی اللہ عنہ، لہٰذا خلافت بلافصل کو اس حدیث سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

فتح خیبر کا تاریخی پس منظر:

❖ وَعَنْ سَهلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِيَنَّ هذِه الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْه يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَه وَيُحِبُّه اللهُ وَرَسُولُه» . فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ الله ﷺ كلهم يَرْجُونَ أَنْ يُعْطَاها فَقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» فَقَالُوا: هوَ يَا رَسُولَ الله يَشْتَكِي عَيْنَيْه. قَالَ: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْه» . فَأُتِيَ بِه فَبَصَقَ رَسُول الله ﷺ فِي عَيْنَيْه فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِه وَجَعٌ فَأَعْطَاه الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ الله أقاتلهم حَتَّى يَكُونُوا مثلنَا؟ فَقَالَ: «انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ الله فِيه فَوَاللهِ لَأَنْ يَهدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْه وَذكر حَدِيث الْبَرَاء قَالَ لعَلي: «أَنْت مني وَأَنا مِنْك» فِي بَاب «بُلُوغ الصَّغِير».

(مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:564، 563 مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے صبح پائی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سب حاضر ہوئے، ہر ایک یہ آس لگائے ہوئے تھا کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، علی ابن طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا؛ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، فرمایا: انہیں بلاؤ، چنانچہ انہیں لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب ان کی آنکھوں میں لگایا، وہ ایسے اچھے ہو گئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں، حضور ﷺ نے انہیں جھنڈا دیا تو علی نے عرض کیا؛ یارسول اللہ! کیا میں ان سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں، فرمایا اپنے نرمی پر جاؤ حتیٰ کہ ان کے میدان میں اترو، پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں اللہ کے ان حقوق کی خبر دو جوان پر لازم ہیں اسلام میں۔

خدا کی قسم اللہ تمھارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دے دے یہ تمھارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تمھارے پاس سرخ اونٹ ہوں۔ (مسلم، بخاری)

اس حدیث متفق علیہ کے تحت ہم چند باتیں متعدد شروح کی روشنی میں عرض کرتے ہیں، تمام صحابۂ کرام نے رات بھر صبح کا انتظار کیا کہ دیکھیں کس کی قسمت چمکتی ہے صبح کو تمام صحابہ اسی امید میں حضور انور ﷺ کے سامنے پیش ہو گئے مگر یہ سعادت تو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھی، اس سعادت کی تمنا کرنا، اس کا رات بھر انتظار کرنا بھی عبادت تھا اس لیے حضور نے صراحت کے ساتھ حضرت علی کا نام نہیں لیا تاکہ سب صحابہ انتظار اور تمنا کر کے ثواب پائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھوں میں اتنی تکلیف تھی کہ دوسرے صحابہ آپ کو پکڑ کر حضور ﷺ تک لائے، حضور نے آنکھوں کی تکلیف دیکھ کر لعاب دہن لگایا۔ لعابِ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ، حضرت مولیٰ علی کی آنکھ کا سرمہ ہے، حضرت عبداللہ ابن عتیک کی ٹوٹی ہڈی کا سریش ہے، کھاری کنویں میں پڑے میٹھا کر دے، خشک کنویں میں پڑے اس میں پانی پیدا کر دے، رسول کریم ﷺ کا لعاب دہن معجزات کا مجموعہ ہے، اشعۃ اللمعات میں ہے کہ اس کے بعد آپ کی آنکھوں میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ تاقیامت خیبر کا ہر ذرہ آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا خطبہ پڑھتا رہے گا۔

ایک کافر کو مسلمان بنانا دنیا کی بڑی دولت سے بھی بہتر ہے بلکہ کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے رغبت دے کر مسلمان کر لیا جائے کہ اس سے اس کی ساری نسل مسلمان ہوگی۔ یہاں صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ پہلے دن حضور نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، سخت جنگ ہوئی مگر کامیابی نہیں ہوئی، دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، اس دن بہت گھمسان کا رن پڑا مگر خیبر فتح نہیں ہوا، تیسرے دن فتح کی بشارت دی اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی قیادت میں لشکر بھیجا، آپ کے ایک ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔ (مرقات) حضور کے غلام ابو رافع فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ خیبر کی جنگ میں تھا آپ کے ایک ہاتھ میں ڈھال تھی دوسرے میں تلوار، یہود خیبر قلعہ سے نکل آئے، سخت جنگ ہوئی، ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھالیا۔ اور اسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا۔ خیبر فتح فرمانے کے بعد اسے رکھا، ہم سات آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا تھا جن میں میں بھی تھا، مگر ساتوں کے زور سے وہ ہل نہ سکا، یہ ہے طاقت حیدری۔ (مرقات)

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن　　　پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اسے امام احمد نے باب مناقب میں روایت کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دروازۂ خیبر اکھیڑا اور مسلمانوں کو اس پر سے اتار دیا، خیبر فتح ہو گیا، بعد میں چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھا سکے، بعض روایات میں ہے ستر صحابہ نہ اٹھا سکے۔

ابن اسحاق مغازی میں اور ابن عساکر ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قلعۂ خیبر کا دروازہ اٹھا کر ڈھال بنالیا اور اسی سے لڑتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قلعہ پر فتح عطا فرمائی۔ جب آپ نے دروازہ پھینکا تو ہم میں سے اسّی آدمیوں نے اس دروازے کے پلٹنے کا قصد کیا مگر پلٹ نہ سکے۔ (تاریخ الخلفاء، ص:243)

امام احمد نے حضرت عبد الرحمن ابن یعلی سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرم کپڑے گرمیوں میں اور ٹھنڈے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے، میں نے اس کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب لگایا تو ساتھ میں یہ دعا دی الٰہی علی سے ٹھنڈک اور گرمی دور کر دے اس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ گرمی۔ (مرقات)

جس کا میں مولا اس کے علی مولا:

❖ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

(مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:564، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں میں علی سے ہوں اور وہ ہر مؤمن کے ولی ہیں۔

یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی دوست یا بمعنیٰ مددگار ہے جیسے رب فرماتا ہے: "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" وہاں بھی ولی بمعنی مددگار ہے۔ اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مصیبت میں "**یا علی مدد**" کہنا جائز ہے کیوں کہ حضرت علی تاقیامت ہر مؤمن کے مددگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کو "**مولیٰ علی**" کہنا جائز ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی اور مولیٰ ہیں۔

❖ وَعَن زيد بن أَرقم أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيّ

(مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:564، مجلس برکات مبارک پور)

زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں تو علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔

یہاں بھی مولیٰ بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی مددگار یا بمعنی دوست ہے۔ جسے حضور سے محبت ہے اسے حضرت علی سے محبت ہونی ضروری ہے، اگر مولیٰ بمعنی خلیفہ ہو تو بتاؤ کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس کے خلیفہ تھے اور جو لوگ حضور کے زمانہ میں شہید یا فوت ہوئے ان کے علی خلیفہ کیسے

ہوئے ہاں آپ محبوب، مددگار، دوست ہر مؤمن کے ہیں۔

❖ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ: آخَيْتَ بَيْنَ أَصْحَابِكَ وَلم تُؤَاخِ بَيْنِي وَبَيْنَ أُحُدٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:564، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت ابنِ عمر سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تو علی آئے، ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں، عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا دیا مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دین و دنیا میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

اس طرح کہ مہاجرین کو انصار کا بھائی قرار دیا کہ فلاں مہاجر فلاں انصار کا بھائی اور فلاں فلاں کا کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں برابر کا حصہ دار ہے اور بعد وفات ایک دوسرے کا وارث، بعد میں یہ حکم آیتِ میراث سے منسوخ ہو گیا، انصار نے اپنا آدھا مال بخوشی اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا، ایسی بے مثال مہمان داری آسمان نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

یارسول اللہ آپ نے مجھے کسی انصاری کا بھائی نہ بنایا میں بے یار و مددگار رہ گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! آپ رشتہ میں بھی میرے چچا زاد بھائی ہو اور اب اس عقد مواخات میں بھی تم کو اپنا بھائی بنایا اور دنیا و آخرت میں اپنا بھائی بنایا۔ سبحان اللہ! مگر خیال رہے کہ اس کے باوجود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، جب پکارا تو یارسول اللہ کہہ کر، پھر کسی عام امتی کو بھائی کہنے کا حق کیسے ہو سکتا ہے۔

❖ وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي» . رَوَاهُ أَحْمد

(مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:565، مجلس برکات مبارک پور)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے علی کو برا بھلا کہا تو اس نے مجھے برا بھلا کہا۔" (احمد)

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جو کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نسبی خاندان کی گالی دے وہ درحقیقت اللہ کے محبوب ﷺ کو گالی دیتا ہے کیوں کہ حضور ﷺ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خاندان میں شامل ہیں، یہ خالص کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ جو انہیں عناد سے برا کہے وہ در حقیقت مجھے برا کہتا ہے کیوں کہ میں اور وہ گویا ایک ہی ہیں ان کی تعظیم میری تعظیم ہے، ان سے عداوت مجھ سے عداوت ہے۔ خیال رہے کہ کبھی کسی صحابی نے حضرت علی سے نہ عداوت رکھی نہ انہیں برا کہا، ان میں اختلافات رہے، ان سے مخالفت یا عداوت نہ کیا، یہ اختلاف ایسے ہی تھے جیسے حضرات برادران یوسف علیہ السلام کی مخالفت یوسف علیہ السلام سے یا جیسے حضرت سارہ کا حضرت ہاجرہ سے اختلاف کہ یہ نہ کفر ہے نہ فسق بلکہ اختلاف رائے ہے، یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے۔ چنانچہ امام احمد نے عروہ ابن زبیر سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے سامنے حضرت علی کی کچھ برائی کی تو حضرت عمر نے حضور ﷺ کی قبر شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا تم اس قبر کے مکین کو جانتے ہو اس میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب جلوہ گر ہیں تم جب بھی علی کا ذکر کرو تو خیر سے کرنا، اگر تم نے ان کی اہانت کی تو سمجھو کہ تم نے حضور کو ستایا۔ (مرقات)

❖ وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ» . ثُمَّ قَالَ: يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي عَلَى أَنْ يَبْهَتَنِي. رَوَاهُ أَحْمَدُ (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:565، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں حضرت عیسیٰ کی مثال ہے جن سے یہود نے بغض رکھا اور اس حد تک پہنچے کہ ان کی ماں کو تہمت لگائی۔ اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتیٰ کہ انھیں اس درجہ میں پہنچا دیا جو ان کا نہ تھا۔ پھر فرمایا

:میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے، محبت میں افراط کرنے والے مجھے ان صفات سے بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں اور بغض کرنے والے جن کا بغض اس پر ابھارے کا مجھے بہتان لگائیں گے۔ (احمد)

سبحان اللہ! جو زبان حق ترجمان سے نکلا وہ ہو کر رہا، روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت کے دعویٰ میں حد سے آگے نکل گئے۔ خوارج حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت میں حد سے آگے نکل گئے۔ ان شاء اللہ اہل سنت کا بیڑا پار ہے۔ الحمد للہ ہمارے ایک ہاتھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دامن ہے دوسرے ہاتھ میں امیر المومنین حضرت صدیق اکبر اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ــــ ہم بفضلہ تعالیٰ اہل بیت کی کشتی میں سوار ہیں اور صحابہ کرام سے ہدایت لے رہے ہیں جو امت کے لیے ہدایت کے تارے ہیں۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اہلِ بیت میں بھی ہیں اور بلند پایہ صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس فرمان میں محبت کو افراط سے مقید کیا، کیوں کہ محبتِ علی اصل ایمان ہے، ہاں محبت میں ناجائز افراط برا ہے، مگر عداوتِ علی اصل ہی سے حرام بلکہ کبھی کفر ہے، اس لیے شان یعنی عداوت کو بغیر قید بیان فرمایا، بڑا ہی فصیح و بلیغ فرمان ہے۔ اب آپ ان دونوں نظریات کی سندیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ ذَرٍ أَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : اَلَا إِنَّ مَثَلَ أَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَتَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ. رواه أحمد. (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:573، مجلس برکات مبارک پور)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ آگاہ ہو جاؤ میرے اہلِ بیت آپ کے درمیان حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہیں، جو شخص کشتی پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو کشتی میں سوار نہ ہو سکا ہلاک ہو گیا۔

اب صحابہ کرام کے فضائل میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے:

قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَصحَابِي كَالنُّجُوْمِ، بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُم. رواه رزين.

(مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:554، مجلس برکات مبارک پور)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بے شمار خوبیوں کی درخشاں شخصیت تھی، آپ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو غسلِ ولادت سے سرشار فرمایا۔ آپ اہلِ جنت کی کشتی کے مضبوط رکنِ رکین ہیں، گم گشتگانِ راہ کے لیے صحابیت کے تابندہ ستارے ہیں۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی منتخب فرمایا، آپ کی شان میں تین سو قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ بے شمار احادیث نبویہ آپ کے فضائل میں وارد ہوئیں۔ آقا کی نورِ نظر خاتونِ جنت کے آپ پاکیزہ شوہر نامدار ہیں۔ جنتی جوانوں کے سردار حضرات حسنین کریمین کے آپ والد غم گسار ہیں۔ آپ کو سرکار علیہ السلام نے ابوتراب فرمایا۔ آپ اس لقب پر ہمیشہ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔ فصاحت و بلاغت آپ کے الفاظ اور اسلوب سے سنورتی ہے۔ آپ کے زریں خطابات دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ شعر و سخن کے رموز و اسرار آپ کی شاعری کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی حیات و فکر سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ خلفائے ثلاثہ کے معتمد اور معین و مددگار رہے۔ عہدِ صحابہ میں آپ بڑے قاضی اور منصف تھے۔ آپ کے حیرت انگیز فیصلے اکابر صحابہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے تھے، جنگ خیبر کے موقع پر سرکار نے آپ کو گرمی اور سردی نہ لگنے کی دعا دی تو آپ ہمیشہ کے لیے سردی اور گرمی سے محفوظ ہو گئے۔ آپ کی ذات گرامی علم و حکمت کا دروازہ تھی، شجاعت کی بلندی ایسی کہ آج "یا علی مدد" کہہ کر بڑے بڑے معرکے سر کر لیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ ✻✻✻

دور جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے، اسلام اپنی گراں قدر تعلیمات اور محکم اصول وضوابط کی بنیاد پر دنیا کے تمام ادیان ومذاہب میں امتیازی شان کا حامل ہے، اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ہر شخص کو اس کے جائز حقوق عطا کرتا ہے، اور اسے ایک مہذب اور بامقصد زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرتا ہے، اور ایسی تمام مشرکانہ اور جاہلانہ رسومات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے جن سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی پامالی ہوتی ہے، اور انسان فضول اور لایعنی کاموں میں الجھ کر اپنے مقصد حیات کو پانے میں ناکام رہ جاتا ہے۔

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا اس وقت جزیرۂ عرب کے معاشرتی حالات بہت زیادہ خراب تھے، لوگ خاندانی روایات اور موروثی نظام کے پابند تھے، اور اپنے آباواجداد کی وضع کردہ رسومات پر سختی سے عمل کیا کرتے تھے، جب انھیں غلط رسومات کو چھوڑ کر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی دعوت دی جاتی تو کہتے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے، اور انھی کی روایات کی پاس داری کریں گے، قرآن کریم نے دور جاہلیت کی اس غلط روش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴ ۔[سورۂ مائدہ:104]

اور جب ان سے کہا جاتا کہ اس کی طرف آؤ جو اللہ نے اتارا، اور رسول کی طرف آؤ، تو وہ کہتے کہ ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نا جانتے ہوں اور راہ راست پر نہ ہوں؟

اس آیت میں باپ دادا کی پیروی اور ان کی اندھی تقلید سے منع کیا گیا ہے، اور اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر باپ دادا کی تعلیمات اور ان کی وضع کردہ رسومات کتاب وسنت سے متصادم ہوں تو ان سے مکمل احتراز کرو، اور اللہ ورسول کے فرمودات کے مطابق عمل کرو، ہاں اگر باپ دادا کی ہدایات ومعمولات منشائے الٰہی کے عین مطابق ہوں تو ان پر عمل کر سکتے ہو کہ یہ بھی دراصل حکم الٰہی کی تعمیل ہوگی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اخیر وقت میں اپنی اولاد سے پوچھا کہ تم میرے جانے کے بعد کس کی بندگی کروگے تو سب نے بیک زبان کہا کہ ہم آپ کے اور آپ کے آباواجداد کے رب کی بندگی کریں گے، قرآن کریم میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳ ۔[سورۂ بقرہ:133]

کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی، جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی بندگی کروگے، تو سب نے کہا: ہم آپ کے اور آپ کے اجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے رب کی بندگی کریں گے، جو ایک معبود برحق ہے، اور ہم اسی کے تابع دار ہوکر رہیں گے۔

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے دین ومذہب کا تعارف کرایا تو اپنے اجداد کے دین کا ذکر کیا، اور فرمایا:

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ۔

[سورۂ یوسف:37-38]

میں نے ان لوگوں کا مذہب اختیار نہیں کیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اور وہ آخرت کے منکر ہیں، اور میں نے اپنے آباواجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی۔

مذکورہ بالا آیات میں غور کریں کہ کفار ومشرکین نے اپنے باپ دادا کے طریقے کی پیروی کی بات کی تو اللہ نے تہدید فرمائی، اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں نے اپنے آباواجداد یعنی حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کی بات کی تو قرآن نے ان کے اس عمل کو بطور تعریف ذکر کیا، ایسا اس لیے ہے کہ آباواجداد کا جو عمل حکم الٰہی کے مطابق ہوتا ہے وہ قابل قبول اور واجب الاتباع ہوتا ہے، اور جو کتاب وسنت سے معارض ہوتا ہے وہ ناقابل عمل ہوتا ہے، لہٰذا خاندانی رسومات کی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

پاسداری کے بجائے ہمیشہ اللہ و رسول کے حکم کی پیروی کی جائے اور ان کی اطاعت کی جائے جو اللہ و رسول کی فرماں برداری کرتے ہیں، اور کتاب و سنت پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف بڑھتے ہیں، اور دور جاہلیت کے فرسودہ نظریات و رسومات کے خاتمے کے لیے قرآنی تعلیمات و ہدایات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

دور جاہلیت میں لوگوں نے اللہ رب العزت کے بارے میں بہت سے بے بنیاد نظریات قائم کر لیے تھے، اسی طرح کعبہ مقدسہ، حج بیت اللہ، نکاح و طلاق، تقسیم وراثت، اولاد کی تربیت، جانوروں کی پرورش اور دیگر مذہبی اور سماجی امور میں بہت سی غلط اور بے بنیاد رسومات کے پابند تھے، قرآن کریم نے دور جاہلیت کے معمولات و رسومات کا خاتمہ کیا، اور بندگان خدا کو راہ حق سے آشنا کیا، جسے ہم یہاں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

مال، مویشی اور پیداوار میں بتوں کے لیے حصہ داری:

1- زمانۂ جاہلیت کے کافر اپنے مرضی کے مطابق مال میں اللہ کے لیے حصہ مقرر کرتے تھے، اس کے ساتھ بتوں کو بھی شامل کر لیا کرتے تھے اور پھر ان حصوں کی تقسیم میں بتوں کے ساتھ جانب داری کا مظاہرہ کرتے تھے، قرآن کریم میں ہے:

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى شُرَكَآىِٕهِمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ ۔[سورۂ انعام:136]

اور انھوں نے اللہ کے بنائے ہوئے کھیت اور جانوروں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کر لیا، اور اپنے گمان کے مطابق کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے، اور یہ ہمارے شرکا کے لیے ہے، تو جو ان کے شرکا کا حصہ ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے شرکا کو پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کیسے برے فیصلے کر رہے ہیں۔

یعنی یہ لوگ اپنے مال، کھیت، غلہ، باغ اور پھل وغیرہ کا کچھ حصہ اللہ کے لیے اور کچھ اپنے بتوں کے لیے مختص کر دیتے تھے، جو حصہ اللہ کے لیے ہوتا اسے مہمان اور مساکین پر خرچ کرتے اور جو بتوں کے لیے ہوتا اسے پجاریوں کے لیے خاص رکھتے، اس تقسیم کے بعد دیکھتے کہ اللہ کے حصے میں برکت ہو رہی ہے، اور اللہ کے حصے کی فصل، بتوں کے حصے کی فصل سے بہتر ہو رہی ہے، یا اللہ کے حصے کے باغ، بتوں کے حصے کے باغ سے زیادہ پھل دار ہو رہے ہیں تو اللہ کے عمدہ حصے کو بدل کر بتوں کے لیے، اور بتوں کے خراب حصے کو اللہ کے لیے کر دیتے، اور اگر اس کے برعکس ہوتا تو کچھ نہیں کرتے، اور کہتے کہ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح اگر اللہ کے حصے کے کھیت کا پانی بتوں کے حصے میں آجاتا تو نہیں روکتے، اور بتوں کے حصے کا پانی اللہ کے حصے میں چلا جاتا تو فوراً بند کر دیتے کہ بتوں کو پانی کی ضرورت ہے۔ یوں ہی تقسیم کے دوران بتوں کا حصہ اللہ کے حصے میں مل جاتا تو اسے نکال کر الگ کر لیتے، اور اگر اللہ کا حصہ بتوں کے حصے میں مل جاتا تو اسے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے۔

اس طرح اپنی ہر تقسیم میں اللہ کے ساتھ ناانصافی کرتے اور بتوں کی طرف داری کیا کرتے تھے، گو کہ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے، لیکن کافروں کا یہ عمل اللہ کی شان رفیع میں کھلی ہوئی بے ادبی اور گستاخی ہے، اسی لیے اس آیت میں کفار کے طرز عمل کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ بہت برے فیصلے کر رہے ہیں۔

کفار کا یہ عمل کئی وجوہ برا تھا، سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے حکم کے بغیر محض اپنی مرضی سے یہ تقسیم کی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تقسیم میں انھوں نے اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ بتوں کے لیے حصے مقرر کیے، جب کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مٹی اور پتھروں سے بنے ہوئے بے جان بت، کسی بھی طرح اللہ رب العزت کے شریک نہیں ہو سکتے۔ تیسری اہم وجہ یہ ہے کہ ان کافروں نے تقسیم کے معاملے میں اللہ کے ساتھ ناانصافی کی، اور بتوں کو اللہ رب العالمین پر ترجیح دی، وہ اس طور پر کہ وہ کبھی اللہ کا مقررہ حصہ کم کر دیتے، کبھی اللہ کے لیے بنائے ہوئے حصے کو شیطان کے حصے سے بدل دیتے، اور جس طرح چاہتے اللہ کے حصے میں تصرف کرتے، اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

قرآن کریم نے اس غلط اور بے بنیاد رسم کا خاتمہ کر دیا، اور اس کی جگہ کھیت اور باغات کے حوالے سے ایک ایسا عمدہ نظام عطا فرمایا جس کے نفاذ کے بعد بندہ اپنے کھیتوں اور باغوں سے بھرپور فائدہ حاصل کر سکتا ہے، غریبوں کی امداد کر سکتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اخروی اجر و ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے، فرمایا:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖؗ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ ۔[سورۂ انعام:141]

جب باغ پھلے تو اس کے پھل کھاؤ، اور کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو، اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک فضول خرچی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں۔

اس آیت میں پھلوں کے حق کی ادائیگی سے مراد عشر اور نصف عشر ہے، یا پھر نفلی صدقہ ہے، بہر حال قرآن کریم نے جاہلیت کی قدیم رسم کو ختم کر دیا، اور اس کی جگہ عشر، نصف عشر اور عام صدقات نافلہ کو مشروع کیا۔ (جاری) ❋❋❋

تفہیمِ حدیث

پانچویں قسط

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

مفتی محمود علی مشاہدی

حضرت ابو بکر اس وقت مکے کے صرف ایک دیانت دار و فیاض تاجر تھے، اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہ تھی، اسی درمیان انھیں تجارتی مہم پر ملک شام کا ایک سفر درپیش ہوا اور وہ ضروری تیاریوں کے بعد روانہ ہوگئے۔

ان کے ہمراہ ان کا وفادار غلام بھی شریک سفر تھا، راستہ طے ہوتا رہا، منزلیں بدلتی رہیں، ہفتوں شبانہ روز چلتے چلتے اب ملک شام کی سرحد شروع ہوگئی۔ عربی سوداگر کا یہ مختصر سا قافلہ اب ملک شام کی حدود میں داخل ہو چکا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ ایک لق و دق صحرا سے گزرتے ہوئے شام ہوگئی، سیاہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑے تیزی کے ساتھ آفاق پر سمٹنے لگے، دیکھتے دیکھتے کالی گھٹاؤں کے پردے میں سورج کی لرزتی ہوئی کرن ڈوب گئی۔ اب شام کا وقت، گرجتا ہوا موسم اور دامن صحرا میں دو ننھی جانوں کا قافلہ، ہر طرف سے مایوسیوں نے گھیر لیا۔

حیرانی کے عالم میں اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے تیز تیز قدموں سے چلنے لگے کہ فضا میں رات کی تاریکی جذب ہونے سے پہلے پہلے جنگل کی حدود سے باہر نکل جائیں، رحمت باری شریک حال تھی، چند ہی قدم چلنے کے بعد جنگل کی حد ختم ہوگئی، اب کھلے میدان کا اجالا نگاہوں کے سامنے تھا۔ ویسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مسافر کی شام کتنی اداس و اندوہ ناک ہوتی ہے۔ بحر ظلمات سے نکل آنے کے بعد بھی یہ فکر دامن گیر تھی کہ رات کہاں بسر کی جائے۔

خدا کی شان کی تھوڑی ہی دور کے فاصلے پر عیسائیوں کا ایک کلیسا نظر آیا، آبادی کا نشان دیکھتے ہی جان میں جان آئی کہ رات گزارنے کے لیے ایک پناہ گاہ مل گئی تھی۔

قافلے کی اونٹنی کلیسا کے سامنے پہنچ کر کھڑی ہوگئی، سنسان ویرانے میں آدمیوں کی آہٹ پاکر ایک شخص باہر نکلا اور حیرت و تجسس کے ساتھ دریافت کیا:

آپ لوگ کون ہیں؟ کہاں سے آرہے ہیں؟ حضرت ابو بکر نے جواب دیا: ہم عرب کے تاجر ہیں، مکہ جہاں خدا کا محترم گھر ہے وہیں ہمارا مسکن ہے، ملک شام جاتے ہوئے غالباً راستہ بھول کر ہم ادھر نکل آئے ہیں، کلیسا میں ایک رات بسر کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

اس شخص نے جواب دیا: یہ کلیسا عیسائی مذہب کے ایک بہت بڑے راہب کی عبادت گاہ ہے، ساری دنیا سے رشتہ منقطع کر کے سو سال سے یہاں یاد الٰہی میں مصروف ہیں۔ صرف مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں ان کے قریب جا سکتا ہوں، میرے سوا کسی کو ان کی خلوت گاہ میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں، مجھے ان کی خدمت میں رہتے ہوئے پچیس سال ہوگئے ہیں، ٹھیک ایک شیخ کی طرح انھوں نے ہماری روحانی تربیت کی ہے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: اور جہاں تک رات بسر کرنے کی اجازت کا سوال ہے تو اس کے متعلق کلیسا کی ایک نہایت مشکل شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں رات وہی بسر کر سکتا ہے جس کے دامن زندگی پر گناہوں کی آلائش کا کوئی دھبا نہ ہو؛ کیوں کہ آج سے چند سال پہلے ایک بدکار شرابی سر شام یہاں بھٹکتا ہوا کہیں سے آگیا اور مسافر سمجھ کر اسے رات بسر کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

صبح اٹھ کر اس نے اپنی راہ لی لیکن کافی عرصے تک اس کے کردار کی نحوست کا تاریک سایہ ہمارے شیخ کی روحانی لطافت پر اثر انداز رہا، اسی وقت سے یہاں رات بسر کرنے والوں کے لیے طہارت قلب کی شرط لگادی گئی۔

اس کی گفتگو تمام ہوجانے کے بعد حضرت ابو بکر نے ارشاد فرمایا: لیکن تمھارے شیخ کے پاس کسی کی اندرونی حالت جاننے کا کیا ذریعہ ہے؟ کیوں کہ کسی بدکار کی پیشانی پر اس کی مجرمانہ زندگی کی فہرست کندہ نہیں ہوتی، ایسی حالت میں کلیسا کی اس شرط سے نیکوکار

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مسافروں کی حق تلفی کا امکان بہت زیادہ بڑھ جائے گا؛ اس لیے بہتر ہے کہ اس شرط کو منسوخ کرا دو، یا پھر وہ ذریعہ بتاؤ جس کے بل پر بدکار و نیکوکار کے درمیان خط امتیاز کھینچا جا سکے۔

ہزار حسن ظن کے باوجود ایک معقول سوال کی زد سے وہ اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکا، چند ہی جملوں میں ذہن کی بنیاد ہل گئی، بے بسی کی کش مکش میں اس نے جواب دیا: میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جب ایک بدکار انسان کے کردار کی نحوست شیخ کے تئیں محسوس ہو سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک نیکوکار کی روحانی لطافت کے جانچنے کا ان کے پاس کوئی ذریعہ ہو۔

اس جواب کے بعد حضرت ابوبکر نے فوراً کہا: تو پھر جاؤ اپنے شیخ سے میرے متعلق دریافت کر لو، اگر انھیں میرے قیام پر اعتراض نہ ہو تو میں رات کا کچھ وقت کلیسا کے ایک گوشے میں گزار لوں، بیاض سحر نمودار ہوتے ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا، ورنہ ایک مسافر کے لیے کھلے آسمان کا سایہ بہت کافی ہے۔

تھوڑی دیر تک پس و پیش کے بعد وہ راہب کے خلوت کدے میں داخل ہوا اور پیکر نیاز بن کر اسے یہ اطلاع دی:

ملک عرب کے مکہ نامی ایک شہر سے دو مسافر بھٹکتے ہوئے یہاں آگئے ہیں اور کلیسا میں رات بسر کرنے کی اجازت چاہتے ہیں، ظاہری وجاہت کے لحاظ سے ان میں سے ایک آقا معلوم پڑتا ہے جب کہ دوسرے کے چہرے سے ایک وفادار غلام کی علامتیں نمایاں ہیں۔

راہب نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد دریافت کیا: کیا وہی مکہ جو پہاڑیوں کے جھرمٹ میں آباد ہے اور جہاں قدم قدم پر کھجوروں کے جھنڈ نظر آتے ہیں؟

خادم نے جواب دیا: میں نے یہ تفصیل معلوم نہیں کی ہے، اگر اجازت ہو تو دوبارہ جا کر دریافت کر لوں۔

راہب نے پرتپاک لہجے میں کہا: ضرور دریافت کرو اور جسے تم آقا کہہ رہے ہو اس کا نام بھی معلوم کرتے آؤ۔

خادم نے حجرے سے باہر نکلتے ہی دریافت کیا: یہ معلوم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ جس مکے کو آپ نے اپنا مسکن بتایا ہے کیا وہ پہاڑیوں کے جھرمٹ میں آباد ہے اور کیا جگہ جگہ وہاں کھجوروں کے جھنڈ کھڑے ہیں؟۔

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: ہاں! یہ دونوں باتیں واقعہ کے مطابق ہیں، پھر وقفے کا سانس لیتے ہوئے اس نے دوبارہ سوال کیا: زحمت نہ ہو تو اپنے مبارک نام سے روشناس کیجیے:

مجھے ابوبکر کہتے ہیں۔

الٹے پاؤں راہب کے سامنے حاضر ہو کر خادم نے اطلاع دی: مکے کے بارے میں جو باتیں آپ نے دریافت کی ہیں وہ صحیح ہیں، اور وہ اپنا نام ابوبکر بتاتا ہے۔

ابوبکر کا نام سن کر راہب کی پیشانی پر کچھ لکیریں ابھر آئیں، جیسے حافظے پر زور دے کر وہ کوئی بات سوچنے لگا، تھوڑی دیر تک محویت خیال کی یہی کیفیت رہی اس کے بعد اچانک کھڑا ہو گیا اور ایک مقفل صندوق میں سے بوسیدہ کاغذات کا ایک دفتر نکالا اور مضطربانہ کیفیت میں اسے الٹنے پلٹنے لگا، ورق الٹتے الٹتے ایک صفحہ پر نظر جم گئی اور اچانک چہرے کے اتار چڑھاو سے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی گم شدہ حقیقت کا سراغ مل گیا ہو۔

فوراً ہی بے تابی کے ساتھ وفادار خادم کو آواز دی اور کہا: مکے کے اس سوداگر سے اتنی بات اور دریافت کر لو کہ اس کے باپ کا کیا نام ہے۔

خادم نے پھر آکر دریافت کیا، بار دیگر آپ کو اس امر کی تکلیف دیتے ہوئے شرمندہ ہوں کہ آپ کے والد بزرگوار کا کیا نام ہے؟

حضرت ابوبکر نے متحیر نگاہوں سے اسے دیکھا اور ایک لفظ میں جواب دے دیا: "ابوقحافہ"۔

واپس لوٹ کر جیسے ہی راہب کو اس نے اس نام کی اطلاع دی اس کی آنکھیں حیرت و انبساط کی ملی جلی کیفیت سے چمک اٹھیں، جذبات کے ترنگ میں وہ کھڑا ہو گیا اور خادم کو حکم دیا: جاؤ بغیر کسی تاخیر کے اسے میرے خلوت کدے میں بلا لاؤ۔

راہب کا یہ حکم سن کر خادم کو انتہائی اچنبھا ہوا، سکتے کی کیفیت میں وہ تھوڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا کہ سو برس کی روایات کے خلاف یہ بالکل اجنبی حکم کیا واقعی تعمیل کے لیے ہے یا یوں ہی زبان سے نکل گیا ہے۔

اس کی یہ کیفیت دیکھ کر راہب نے پھر زور دیتے ہوئے کہا: تمھیں پس و پیش کیوں ہو رہا ہے، میں جان بوجھ کر اپنے دستور کی خلاف ورزی کر رہا ہوں، حکم کی تعمیل کرو، اظہار حیرت کا یہ موقع نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر اپنے تئیں اس امید میں کھڑے تھے کہ پوچھ گچھ کا مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اب یہاں رات بسر کرنے کی اجازت مل جائے گی، جوں ہی قدموں کی آہٹ ملی وہ راہب کا فیصلہ سننے کے لیے گوش برآواز ہو گئے۔ (جاری) ❊❊❊

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

آڈیو کے ذریعہ قرآن پاک سننے کے آداب

حضور! کیا آڈیو کے ذریعے قرآن پاک سننے کے وہی آداب ملحوظ رکھنے ہوں گے جو تالیِ قرآن کی تلاوت سننے کے وقت رکھنے کا حکم ہے؟ اور کیا آڈیو میں قرآن پاک سننے پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا؟ بینوا توجروا

الجواب: آڈیوز کے ذریعہ قرآن پاک سننے کے آداب واحکام وہی ہیں جو تالیِ قرآن کے ذریعہ تلاوت قرآن سننے کے آداب و احکام ہیں کیوں کہ آڈیو کے ذریعہ جس قاری کی تلاوت سننے میں آتی ہے وہ واقع میں اسی قاری کی تلاوت ہے اور دراصل یہ اسی قاری سے سننا ہے تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو اصل قاری سے سننے کا ہے فرق یہ ہے کہ آڈیو سے قاری کی صدائے بازگشت سنی جاتی ہے اور صدائے باز گشت سے آیت سجدہ سنی جائے تو سجدہ تلاوت نہیں واجب ہوتا، جب کہ اصل قاری کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ ان تمام امور کی تحقیق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے رسالہ: "الکشف شافیا حکم فونوجرافیا" میں ہے۔

آڈیو کے ذریعہ تلاوت سننے پر ثواب بھی وہی ملے گا جو اصل قاری سے تلاوت سننے پر ملتا ہے کہ حکم دونوں کا ایک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بروکر کے ذریعہ مکان کی خرید و فروخت کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے اس مسئلے کے بارے میں، شرعی رہنمائی فرمائیں۔ خریدار نے 28 لاکھ کے مکان کا بروکر سے سودا طے کیا بھروسے پر جب کہ مالک مکان سے کوئی بات خریدار کی نہ ہو سکی۔ 16 لاکھ روپے بروکر کے بھروسے پر مالک مکان کو دینے کے لیے دیے، بروکر نے وہ رقم دوسرے بروکر کو دے دی، دوسرے بروکر نے مالک مکان کو پوری رقم نہیں دی، خریدار کو چابی دے دی، خریدار چیک کرتا ہے اور اپنا تالا لگا لیتا ہے، کچھ وقت کے بعد مالک مکان خریدار کا تالا توڑ کر اپنا لگا دیتا ہے۔ یہ کام دو مرتبہ ہوا، مالک مکان کہتا ہے کہ مجھے پیسے دوگے تو میں قبضہ دوں گا، خریدار واپس آکر بروکر سے کہتا ہے کہ آپ نے پیسے نہیں دیے، جس کی وجہ سے مالک مکان قبضہ نہیں دے رہا ہے۔ بروکر اور خریدار کے درمیان یہ طے ہوا کہ اس میں بہت مسئلہ ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں، جو آپ کا اماؤنٹ ہے وہ آپ کو مل جائے گا یا کوئی دوسری جگہ دکھادوں گا۔

نوٹ: اس فائل کی مکمل خرید و فروخت بروکر نے لی کہ میں ذمے دار ہوں ہر چیز کا، اس بات کو تقریباً ۴ سال ہوگئے ہیں اب چار سال بعد رقم واپس نہیں لوٹائی اور اب یہ کہتا ہے کہ شرعی طور پر میں دینے کا حق دار نہیں ہوں۔

الجواب: بروکر کو اگر مالک مکان نے اپنا مکان بیچنے کا اختیار دے دیا تھا یا اجازت دے دی تھی تو شرعی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت "وکیلِ بیع" کی ہوئی اور وکیلِ بیع کا بیچنا مالک مکان کا بیچنا ہے اور دام پر وکیل کا قبضہ مالک کا قبضہ ہے، بہارِ شریعت میں فتاویٰ عالم گیری کے حوالے سے ہے:

"**مسئلہ:** یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھے فلاں کام کرنے کا وکیل کیا یا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میری یہ چیز بیچ دو یا میری خوشی یہ ہے کہ تم یہ کام کردو یہ سب صورتیں توکیل کی ہیں۔ وکیل کا قبول کرنا صحت وکالت کے لیے ضروری نہیں یعنی اُس نے وکیل بنایا اور وکیل نے کچھ نہیں کہا یہ بھی نہیں کہ میں نے قبول کیا اور اُس کام کو کردیا تو موکل پر لازم ہوگا۔" (بہارِ شریعت، ح12، ص:974)

اسی میں ہدایہ کے حوالے سے ہے:

"**مسئلہ:** عقد دو قسم کے ہیں بعض وہ ہیں جن کی اضافت موکل کی طرف کرنا ضروری نہیں خود اپنی طرف بھی اضافت کرے جب بھی موکل ہی کے لیے ہو جیسے بیع اجارہ اور بعض وہ ہیں جن کی اضافت موکل کی طرف کرنا ضروری ہے اگر اپنی طرف اضافت کردے تو موکل کے لیے نہ ہو بلکہ وکیل ہی کے لیے ہو جیسے نکاح کہ اس میں موکل کا نام لینا ضروری ہے اگر یہ کہہ دے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا تو اسی کا نکاح ہو

گا موکل کا نہیں ہو گا۔ قسم اوّل کے حقوق کا تعلق خود وکیل سے ہو گا موکل سے نہیں ہو گا مثلاً بائع کا وکیل ہے تو تسلیم مبیع اور قبض ثمن وکیل کریگا اور مشتری کا وکیل ہے تو ثمن دینا اور مبیع لینا اسی کا کام ہے مبیع میں استحقاق ہوا تو مشتری وکیل سے ثمن واپس لے گا وہ بائع سے لے گا۔"

(بہارِ شریعت، حصہ دوازدہم، وکالت کا بیان، ص:978، مطبوعہ دعوت اسلامی)

اس فقہی عبارات سے ظاہر ہے کہ مبیع یعنی مکان خریدار کے حوالے کرنا بروکر کا کام ہے اور خریدار سے دام وصول کرنا بھی اسی کا کام ہے، اس لیے بر تقدیر مذکور بروکر مکان مذکور خریدار کے حوالے کرے اور قانونی طور پر مالک کے دستخط وغیرہ کے ساتھ اسے رجسٹرڈ کرے، ساتھ ہی خریدار اسے بقیہ دام ادا کرے۔

اور اگر بروکر کسی وجہ سے یہ نہیں کر سکتا تو خریدار کو پورا دام یعنی چودہ لاکھ روپے واپس کرے اور خود بروکر یہ روپئے بائع سے وصول کرے۔

اور اگر بروکر کی حیثیت وکیل مبیع کی نہ ہو تو حکم مختلف ہو گا، اس صورت میں سائل کو چاہیے کہ بروکر اور بائع کے درمیان تحریرًا یا تقریرًا یا عرفاً جو معاہدہ ہوا اسے صاف صاف لکھ کر دوبارہ حکم شرعی دریافت کرلے، بروکر کی حیثیت بدلنے سے صورتِ مسئولہ کا حکم بدل سکتا ہے، اس لیے گہری نظر سے معاملہ کا جائزہ لے کر کوئی فیصلہ ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

معطی کی طرف سے کسی کا حصہ متعیّن نہ ہو تو مال مشترک میں کس کا حصہ کتنا ہو گا؟

کورونا مہاماری میں جاں بحق ہونے والے ڈاکٹروں کے ورثا کے لیے ایک دوا کمپنی نے کچھ رقم مختص کی ہے جس کا چیک متوفی ڈاکٹر کی اہلیہ کے نام بنتا ہے، اہلیہ کے زندہ نہ ہونے کی صورت میں اولاد میں سے جو نامنی بنتا ہے اس کے نام یہ چیک بن جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اولاد میں سے جس کے نام یہ چیک بنتا ہے، ساری رقم اسی کی ہو گی یا متوفی ڈاکٹر کی تمام اولاد (ذکور و اناث) کو اس میں سے حصہ ملے گا؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: اولاد میں سے جس کے نام چیک بنتا ہے وہ تنہا اس کا مالک نہیں، بلکہ متوفی ڈاکٹر کی تمام اولاد اس کی حق دار و مالک ہوتی ہے۔ ایک لڑکے کو نامزد کرنے سے مقصود روپے دینے، لینے کی آسانی ہے کہ مثلاً پانچ لڑکوں کو جمع کرنے کی بہ نسبت ایک سے رابطہ آسان ہے، تنہا اس ایک کو مالک بنانا ہرگز نہیں مقصود ہوتا۔ پھر عموماً نامزد ایسے کو کیا جاتا ہے جو نسبتًہ زیادہ سمجھ دار و دیانت دار ہو، تاکہ انصاف و ہمدردی کے ساتھ سب میں تقسیم کر سکے۔ اور دینے والے کا مقصود متوفی کی واولاد کی کفالت و تعاون ہے، اس لیے یہ روپے متوفی کی بیوی اور تمام اولاد میں تقسیم کیے جائیں کہ غرض معطی کی رعایت واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اولاد سے مراد ذکور و اناث دونوں ہیں یعنی بھائی بہن سب۔ اور عطیہ سے سب کو برابر برابر ملے گا، یہ متوفی کا ترکہ نہیں، بلکہ ایک اجنبی کی طرف سے احسان و اعانت ہے جو اجمال و ابہام کے ساتھ سب کو دیا گیا ہے تو تمام بھائی بہن مع والدہ اس عطیہ میں برابر کے شریکِ ملک ہوئے۔

جب معطی کی طرف سے کسی کا حصہ متعیّن نہ ہو اور نہ ہی تعیین پر کوئی قرینہ واضح ہو تو مال مشترک میں حصہ ملک سب کا برابر ہوتا ہے، فقہی جزئیات اس کے شاہد ہیں۔ ہدایہ، بیوع، مسائل شتی اور بہار شریعت، بیان غصب میں جزئیات ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قصر نماز کے لیے کتنا فاصلہ چاہیے؟

حضرت! ایک سوال ہے، قصر نماز کی کتنی مقدار ہے؟ 99 کلو میٹر یا ۹۲ کلو میٹر؟

الجواب: مسافتِ سفر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق 57.50 میل ہے جو 92 کلو میٹر سے زیادہ ہوتا ہے، 99 کلو میٹر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مریض کو وینٹی لیٹر پر کب تک رکھا جا سکتا ہے؟

جو مریض وینٹی لیٹر پر ہو اور بچنے کی کوئی امید نہیں ہو، ڈاکٹر وینٹی لیٹر ہٹانے کا مشورہ دیں ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے، کب تک امید رکھنی چاہیے؟ کب وینٹی لیٹر ہٹانا چاہیے؟

الجواب: ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق عمل کریں، وہ بہتر سمجھتے ہیں کہ مریض کو وینٹی لیٹر پر رکھنا کب تک مفید ہے، جب انھیں گمان غالب ہو جاتا ہے کہ وینٹی لیٹر سے مریض کی زندگی بچانے میں کچھ بھی مدد نہیں ملے گی، اس وقت وہ زندگی کا یہ حمایتی نظام "وینٹی لیٹر" ہٹانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

شرعی نقطۂ نظر سے مریض کو اس حمایتی نظام سے اس وقت تک جوڑے رکھا جا سکتا ہے جب تک یہ امید ہو کہ اس کی زندگی بچانے میں کچھ مدد ملے گی اگرچہ وہ مدد اسی حد تک ہو کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ سکے، یا کم از کم اللہ اللہ، یا رحمٰن، رحیم کہہ سکے کہ یہ اس کے لیے بہت ہی عظیم توشۂ آخرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆

فکر امروز

کشمیر فائلس کے بعد

مشتاق نوری

کل ایک اخبار سو توپ کے برابر تھا۔ آج ایک الیکٹرانک میڈیا ہاوس ہزار توپ کے برابر ہے۔ اور جب میڈیا فرقہ واریت کا قائل ہو تب یہ کسی وائرس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

یہ میڈیا بھی نابڑا پاور فل ہوتا ہے راتوں رات ہیرو کو ویلن، ظالم کو مظلوم اور فرقہ پرست کو روادار بنادیتا ہے۔ کچھ یہی حال اہل کشمیر کا ہوا۔ جو اب تک مظلوم ہیں جن کی آواز تک دبادی گئی ہے۔ جن پر طویل عرصے تک لاک ڈاؤن مسلط رکھا گیا۔ ایک فلم کے ذریعے انہیں دنیا کے سامنے دہشت گرد، ظالم، کٹر پنتھ، علیحدگی پسند بنا کر پیش کر دیا گیا۔

کشمیر فائلس کو ایک ایک فرد تک پہنچانے کے لیے اس وقت ملک کا ہر غیر مسلم خود میں میڈیا ہاؤس بنا ہوا ہے۔ بہار کے ایک نیوز پورٹل کے رپورٹر نے اپنے خرچے سے ۲۰ ہزار لوگوں کو فلم دکھانے کا اعلان کیا ہے۔ اس فلم کو واشنگٹن ڈی سی میں دکھایا گیا۔ کئی دوسرے ملکوں میں دکھائے جانے کے قواعد چل رہے ہیں۔ انوپم کھیر ویڈیو جاری کر کے اپیل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جو راشٹر بھکت ہوگا جو اصلی ہندو ہوگا وہ ضرور اس فلم کو دیکھے گا۔ ایسے میں کون ظالم اپنی راشٹر بھکتی یا ہندوتو کو خطرے میں ڈالے گا۔

مسلم سماج کے خیر خواہ اب تک صرف اسی غم میں مبتلا رہے کہ ہندووں نے کئی سینائیں، کئی طرح کے تشدد آمادہ دل بنا لیے ہیں۔ کرنی سینا، رام سینا، شیو سینا، بجرنگ دل، ہندو رکشا دل، وغیرہ ملک میں اس طرح کے قریب قریب چھوٹے بڑے 30 ہزار گروپ کام پر لگے ہیں جن کا اصل مقصد ہی ہے دنگا بھڑکانا، اقلیتی طبقے کو نشانہ بنانا۔ ہر ایک کا لنک بجرنگ دل سے ملتا ہے اور بجرنگ دل آر ایس ایس کا ٹرینڈ لڑاکو دستہ ہے جس میں ہر شعبے کے لوگ جڑے ہوئے ہیں۔ ہم یہ بھول ہی گئے کہ یہ ۲۱ویں صدی ہے اب گولی، بارود و بم سے جنگ نہیں لڑی جائے گی اس برقی دور میں ڈیجیٹل وار سے اپنے دشمنوں کو گھات لگا کر مات دیا جائے گا۔

یہ کشمیر فائلس تو آج آئی ہے۔ ورنہ بالی ووڈ میں ہزاروں ایسی فلمیں بن چکی ہیں جس میں ہمیں ہر بار آتنکوادی اور ظالم دکھایا گیا ہے۔

جس فلم میں بھی اس طرح کا کردار پلے کیا جاتا ہے اسے ڈراونا بنانے، مسلم سماج کے تئیں نفرت برپا کرنے کے لیے ویلن کو کرتا پاجامہ پہنا کر اس کے کندھوں پر سلیقے سے عربی رومال بھی ڈال دیا جاتا ہے۔ یہیں تک نہیں رکتے بلکہ جب بھی کسی اتنکوادی کردار کو دکھانا ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں تسبیح بھی تھمادی جاتی ہے۔ وہ اللہ اکبر اللہ اکبر بھی کہتا رہتا ہے۔

یہ حال صرف بالی ووڈ کا نہیں بلکہ جنوبی ہند کے مختلف صوبوں میں بنی فلموں سے لے کر بھوجپوری فلموں تک یہی کچھ دکھایا جاتا رہا ہے۔ آج سے لگ بھگ دس ماہ قبل فیس بک چلاتے ہوئے نہ ہوا کی کسی فلم کی ۹ منٹ کی ایک ویڈیو کلپ سامنے چلنے لگی۔ اس میں ویلن کرتا پاجامہ، کندھے پر عربی رومال اور ہاتھ میں تسبیح لے کر ایک ہندو فیملی کے گھر پر دھاوا بول دیتا ہے۔ ویلن کا چھوٹا بھائی یہ کہتے ہوئے ہندو لڑکی کا بلاتکار کر دیتا ہے چل تجھے جنت بھیج دیتا ہوں۔

قسم خدا کی میں نے اسی وقت اس کلپ کے کمنٹس دیکھے تو دماغ کو زور کا جھٹکا لگا کہ اس میں سارے کمنٹ کرنے والے کھلے لفظوں میں مسلمانوں کو مسلم عورتوں کو بھدی بھدی گالیاں دے چکے تھے۔ دس منٹ کے ویڈیو کلپ کے ویوز اس وقت 4.5 ملین تھا یعنی صرف فیس بک کے اس پیج پر اس ویڈیو کو تقریبا 45 لاکھ لوگ دیکھ کر مسلمانوں کے تئیں اپنے دل میں نفرت کی آگ مزید بھڑکا چکے تھے۔

غالبًا 2003 میں طالبان نام کی ایک فلم آئی تھی جس میں طالبانیوں کو صرف دہشت گرد نہیں دکھایا گیا ہے بلکہ انہیں عورت کا دشمن، جاہل، گنوار اور عیاش دکھایا گیا ہے۔ اس فلم کو دیکھ کر کوئی بھی ہندو طالبان سے شدید نفرت کرے گا۔

یہ صرف ایک مووی کی بات نہیں ہے۔ ایسی ہزاروں موویز آ چکی ہیں جس میں دین و شریعت کی کھلی اڑائی گئی ہے۔ دین کو دہشت گردی کا اڈہ دکھایا گیا ہے۔ مسلم سماج کو سیدھے ظالم و جابر دکھایا گیا ہے۔ اکثر فلموں میں چکلہ یعنی رنڈی خانہ چلانے والا کسی مسلم کو دکھایا

جاتا ہے۔اس سے سماج پر کتنا برا اثر پڑا ہے ہم تو سیریس لیتے ہی نہیں۔ فلمی دنیا نے ہمیں چکلہ چلانے والا باور کرا دیا کہ سارے قحبہ خانے ہم ہی چلاتے ہیں۔اور ہمارے نوجوان دیکھ کر خوش ہیں۔

کشمیر فائلس آر ایس ایس کے ایجنڈے کی تکمیل کا اہم ستون ہے۔آپ محسوس کر رہے ہیں؟آج سارا میڈیا دن رات کشمیر فائلس پر ہی پروگرام کر رہا ہے۔ مطلب وہ اپنے ٹارگٹ کی طرف تیزی بڑھ رہے ہیں۔ پچھلے کئی سالوں سے جو کام میڈیا یا آر ایس ایس کے ہرکارے نہیں کر پائے تھے کشمیر فائلس نے ایک رات میں سب کر دیا۔سارے ہندو جذباتی ہو کر فلم دیکھنے ہال تک جاتے ہیں اور روتے ہوئے نکل رہے ہیں۔کوئی نکلتے ہی اپنا غصہ ظاہر کرنے لگتا ہے۔ابھی ایک ویڈیو دیکھا اس میں کشمیر فائلس دیکھنے کے بعد ایک آدمی سارے ہندو نوجوانوں سے ہتھیار اٹھانے اور مسلمانوں کو کاٹنے کی اپیل کرتا ہے۔اور جذباتی ہو کر یہ بھی کہتا ہے کہ میں بیس کو کاٹوں گا۔

کشمیر فائلس سے آر ایس ایس کا پلان بالکل کامیاب ہوتا دکھ رہا ہے۔2024 میں پھر مودی کی سرکار بن رہی ہے۔اس کا معنی مخالف، رام راج کا راستہ کلیئر ہونے کو ہے۔اس فلم سے آنے والے وقتوں میں ہندو مسلم کھائی مزید گہراتی چلی جائے گی۔ہندو لڑکے اور نفرتی بن جائیں گے۔ماب لنچنگ کی واردات بڑھ جائے گی۔ورنہ اس فلم کے اس قدر ہنگامہ خیز پروموشن کا مقصد ہی کیا ہے؟

اس فلم کا منفی اثر جو بھی مالی کبھی بدنی تو کبھی سماجی ضیاع کو بڑھاوا دے گا۔اقلیت کے خلاف تشدد و نفرت کو لوگ اپنا دھرم سدھ ادھیکار (مذہب کا دیا گیا حق) سمجھیں گے۔اس کی چپیٹ میں سب سے زیادہ کشمیر کے وہ طلبہ، وینڈرس، پھیری والے تجار ہوں گے جو ملک کے مختلف قریات و امصار میں رہ رہے ہیں۔ان کو زدوکوب ہی نہیں ان کا گلہ کاٹ کر لوگ کہیں گے کہ سنودھان کی رکشا کے لیے، لا اینڈ آرڈر کو بحال رکھنے کے لیے ان کی لنچنگ ضروری تھی۔کشمیری پنڈتوں جو کشمیر کی پتھریلی زمین پر کاشت کاری کر کے گزر بسر کر رہے تھے۔پہلے سے ہر فیملی کو دس ہزار روپے، مہینہ بھر کا راشن اور کم سے کم ایک آدمی کو نوکری دے دی گئی ہے اب انہیں مزید ہمدردیاں ملیں گی۔پیسے بھی برسیں گے۔

دوسرا وہ طبقہ جس پر اس فلم کی نحوست پڑنے والی ہے۔وہ ہے کرتا پاجامہ والے مولوی برادری کے لوگ جو ملک کے مختلف علاقوں میں رہتے ہیں۔یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس فلم کی ایک سین میں دکھایا گیا ہے کہ پنڈتوں کو کشمیر چھوڑنے کے لیے مسجدوں کے منبروں سے امام لوگ اعلان کر رہے ہیں۔فلم میکر یہیں پر نہیں رکے، اس نے تو ہندو جذبات کو مزید بھڑکانے کے لیے یہ بھی بڑھا دیا ہے کہ ہر مسجد کا امام اعلان میں کہہ رہا ہے کہ "سارے ہندو اپنی اپنی جوان لڑکیوں کو ہمارے لیے چھوڑ کر نکل جائیں یہ ہماری گزارش نہیں، حکم ہے۔"

پوری فلم نہ بھی دکھائی جائے، صرف تیس سیکنڈ کی چھوٹی سی یہی کلپ دکھا دی جائے تب بھی اتنی آگ لگ جائے گی جتنی لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔اس بدترین جملے سے کس کے جذبات نہیں بھڑکیں گے؟کس کو طیش نہیں آئے گا؟کون ہوگا جو مسجد کے امام کا یہ اعلان سنے گا اور آج علما و طلبہ سے سخت ترین نفرت نہیں کرے گا؟

اگر مان بھی لیں کہ کشمیریوں نے پنڈتوں کی نسل کشی کی اور انہیں وہاں سے بھگا دیا تاہم یہ بات کبھی قابل قبول نہیں کہ مسجدوں سے یہ اعلان کیا گیا تھا "کہ اپنی اپنی لڑکیوں کو ہمارے لیے چھوڑ کر نکل جاو"۔ایک خراب سے خراب ترین مسلمان بھی یہ کام نہیں کرے گا۔

مگر نفرت کے پجاریوں نے فلم میں وہ سارا مسالہ ڈال دیا ہے جس سے ہندو سماج برافروختہ ہو جائے۔طیش میں آکر بدلہ لینے کے لیے مسلم گھروں میں گھس کر خواتین کی آبرو سے کھیلے۔ہم آپ سوچتے رہیں گے مگر فلم جس کام کے لیے بنائی گئی تھی اس میں وہ 110 فیصد کامیاب ہے۔آج مودی کا اپنا سارا بھاشن اسی فلم پر رہا ہے۔اس نے زور دے کر کہا کہ ایسی فلمیں بار بار بننی چاہیے۔انوپم کھیر کی لوٹری لگ گئی اب ہر ہندو اس فلم کو سنیما گھروں میں جا کر بڑے پردے پر دیکھ رہا ہے۔اس سے اس کی کمائی بھی ہوئی۔ہندوؤں کا ہیرو بھی بن گیا۔اور آر ایس ایس کے ایجنڈے کی تکمیل کا خواب بھی پورا ہونے کو ہے۔

جب کشمیر فائلس بن گئی تو اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے کہاوت ہے کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ کشمیر فائلس کا مقابلہ گجرات فائلس، بھاگل پور فائلس، ہاشم پورا فائلس، میرٹھ فائلس بنا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔اس فلم کے خلاف احتجاج کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

ستم کہیے کہ مسلم سماج کسی طرح کی بھی فائلس بنانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔جب یہ کرناٹک امیں حجاب معاملے میں مات کھا گیا تو اتنے بڑے معاملے کو ہینڈل کرنا اس کے بس میں نہیں۔جانے کب سے سارے اسکولس کالجوں میں سرسوتی پوجا کا آیوجن کیا جاتا رہا ہے۔اگر اس گرم توے پر روٹی سینکنی ہو تو ملک بھر کے تھانوں کچہریوں میں اس پوجا کے خلاف پی آئی ایل داخل کرنے کی ضرورت تھی جو ہم نے کیا نہیں۔

اٹھو! ورنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

❋❋

شعاعیں

شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے

محمد ساجد نصیری

"میں نے تمھیں تمھاری ماں کے پیٹ سے نکالا، تم کچھ نہیں جانتے تھے، اور تمھارے لیے کان، آنکھ اور دل بنائے تاکہ تم شکر ادا کرو۔" (النحل:78)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل انسانوں کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ جب تم پیدا ہوئے تو بالکل مجبور ولاچار تھے، چلنا، پھرنا، کھانا سب دوسروں کے رحم وکرم پر تھا، تمھارے اندر آگ اور پانی کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت بھی نہیں تھی، سانپ بچھو وغیرہ جانوروں سے اپنا دفاع نہیں کرسکتے تھے، لیکن تمھارے رب نے جو سب کا پالنہار ہے تمھاری پیدائش سے پہلے ہی زندگی کی تمام ضروریات مہیا کردی، آب وہوا، دانہ پانی، اور تمھاری حفاظت کے لیے تمھارے ماں باپ سب موجود تھے اور کائنات کی ہر چیز انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے، اللہ پاک دنیا اور سامان دنیا کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"وہی اللہ ہے جس نے تمھارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے،" (بقرۃ:29)

اللہ پاک ہمیں حکم دیتا ہے کہ اے بندو! میرا شکر ادا کرو۔ اور ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اسے کسی کی عبادت، اطاعت اور شکر کی ضرورت نہیں ہے، وہی موجود حقیقی ہے، سب کا مالک اور خالق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ:

"تم میرا ذکر کرو میں تمھیں (جود وسخا کے ساتھ) یاد کروں گا، اور میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو"۔ (بقرۃ:152)

اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے اس کی توجیہ فرمائی ہے:

"ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی، کہ اللہ کا شکر ادا کرے، اور جو شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنے فائدے کے لیے شکر ادا کرتا ہے"۔ (لقمان:12)

اس آیت کی تفسیر میں ہے:

"مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مشارق و مغارب ارض کا ملک عطا فرمایا، چالیس سال آپ اس کے مالک رہے، پھر تمام دنیا کی مملکت عطا فرمائی۔ جن، انسان، شیطان، چرند و پرند، چوپائے اور ہوا وغیرہ سب پر آپ کی حکومت تھی، اور ہر ایک شئی کی زبان آپ کو عطا فرمائی"۔ (تفسیر خزائن العرفان)

جب حضرت سلیمان کے وزیر آصف بن برخیا نے ملکہ بلقیس کی تخت کو آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کردیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں، یا ناشکری کرتا ہوں، اور جو شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنے فائدے کے لیے شکر ادا کرتا ہے، اور جو نافرمانی کرتا ہے تو بیشک میرا رب بے نیاز اور کریم ہے"۔ (النمل:40)

مذکورہ دونوں آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ شکر کا فائدہ خالص بندوں ہی کے لیے ہے، اس میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس کی وضاحت ایک اور آیت سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"(یاد کرو) جب تمھارے رب نے اعلان کردیا کہ اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تمھیں ضرور مزید عطا کروں گا، اور اگر ناشکری کروگے تو بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے" (ابراہیم:7)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک وعدہ فرمایا ہے، کہ شکر پر مزید عطا کروں گا، اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے، اور ناشکری کرنے والوں کو سخت عذاب کی تنبیہ کی گئی ہے۔

صفحۂ ہستی پر بہت سی قومیں آباد ہوئیں، ان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے انبیاء ورسل کو بھیجا گیا "ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا"۔ (النحل 36)

لیکن ان کی قوم نے ان کی نافرمانی کرکے اللہ کی ناشکری کی، تو اللہ نے انہیں صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے:

اللہ نے ایک گاؤں کی مثال دی، جو امن واطمینان کے ساتھ آباد تھی، ہر طرف سے روزی کثرت سے آتی تھی، پھر انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا"۔(النحل:112)

اللہ تعالیٰ بندوں سے بے انتہا محبت فرماتا ہے، انہیں کے لیے کائنات سجائی، زمین کے فرش پر آسمان کا شامیانہ لگایا، اللہ تعالیٰ بڑے ہی مشفقانہ انداز میں ارشاد فرماتا ہے:تمھیں عذاب دے کر اللہ تعالیٰ کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ، اللہ شکر کا بدلا دینے والا، علم والا ہے۔(النساء:147)

اللہ رب العزت رحمٰن ورحیم ہے، بڑا مہربان ہے، لیکن اگر کوئی اللہ کی بادشاہت میں بغاوت کرتا ہے، غرور وتکبر کی چادر اوڑھتا ہے، جو کہ اللہ رب ذوالجلال کے لیے خاص ہے، اللہ کی ناشکری اور نافرمانی کرتا ہے، تو بلا شک وشبہہ اللہ جبار وقہار بھی ہے، اپنی مملکت کے باغی کو سزا بھی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف حیثیتیں دی ہیں، کچھ امیر ہیں، کچھ غریب ہیں، کوئی بادشاہ ہے، کوئی رعایا ہے، لیکن ہر شخص پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ آگ، ہوا، پانی، دھوپ وغیرہ ہر شخص کو پہنچ رہی ہے۔ کسی کے ساتھ کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے، اس لیے ہر شخص پر اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے، اور رسول اکرم ﷺ نے شکر گزار بننے کا بہترین طریقہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: (دنیا کے معاملات میں) اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے، یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جانو جو تم پر ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہے، اخروی اور نیک کاموں میں اس شخص کی طرف دیکھنا چاہیے جو بہتر ہو، تاکہ دل میں اچھے کاموں کی رغبت پیدا ہو۔ اس کی تائید ایک حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"دو باتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لکھتا ہے اور جس میں یہ دونوں خصلتیں نہ ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر وشاکر نہیں لکھے گا (وہ دو خصلتیں یہ ہیں:) جو شخص دینی معاملات میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس کی پیروی کرے اور دنیاوی امور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرے کہ اسے اس پر فضیلت دی، اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو صابر وشاکر لکھتا ہے۔ اور جو آدمی دینی امور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف اور دنیاوی امور میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس پر افسوس کرے جو اسے نہیں ملا، اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر نہیں لکھتا"۔(ترمذی:2512)

حضرت شیخ سعدی کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میرے پاؤں میں جوتا نہ تھا اور جیب میں کوئی پیسہ بھی نہ تھا کہ اس سے جوتا خرید سکوں۔ ننگے پاؤں جارہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ خدا نے میرا نصیب کتنا خراب بنایا ہے۔ اسی حالت میں چلتے چلتے کوفہ کی جامع مسجد میں جا پہنچا، وہاں ایک آدمی کو دیکھا، جس کے پاؤں ہی نہ تھے۔ میں فوراً خدا کے حضور سجدے میں گر گیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ جوتا نہ سہی، خدا تعالیٰ نے مجھے پاؤں تو دیے ہیں۔

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اگر اسے آسودہ حالی ملتی ہے اور اس پر وہ شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا اس کے لیے باعث خیر ہے اور اگر اسے کوئی تنگی لاحق ہوتی ہے اور اس پر صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے باعث خیر ہے"۔

نعمت کم ہو یا زیادہ ہر حال میں شکر ادا کرنا ضروری ہے، اور جو کم نعمت ملنے پر شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ ملنے پر بھی شکر ادا نہیں کرتا ہے اور جس طرح رب کا شکر ادا کرنا ضروری ہے، اس طرح انسانوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا ہے، اور لوگوں میں ہمارے حسن سلوک اور شکریے کا سب سے زیادہ حق دار ہمارے والدین ہیں، جنہوں نے ہمارے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید

فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا، میری ہی طرف پلٹنا ہے"۔(لقمان:14)

اللہ کے برگزیدہ بندے شکر کی اہمیت و فضیلت جانتے ہیں، اس لیے وہ ہمیشہ اللہ کے ذکر و شکر میں رطب اللسان رہتے ہیں، تفسیر طبری میں ہے، حضرت سعید ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب بھی کوئی نیا کپڑا پہنتے تھے، یا کھانا کھاتے تھے تو اللہ کا شکر ادا کرتے تھے، اسی وجہ سے قرآن کریم میں انہیں "عبد شکور (بہت شکر کرنے والا بندہ) کے نام یاد کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک دن کوئی مہمان نہیں تھا، اس لیے آپ نے دوپہر کے کھانے کو موخر کر دیا، کچھ دیر بعد فرشتوں کی ایک جماعت انسانی شکل میں ظاہر ہوئی، آپ نے ان کو کھانے کی دعوت دی، تو انہوں نے ظاہر کیا کہ انہیں بیماری ہے، تو آپ نے فرمایا: کہ اب تمھارے ساتھ مجھے کھانا واجب ہو گیا، اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے اس بیماری سے مجھے عافیت بخشی:

"وہ (ابراہیم علیہ السلام) اپنے رب کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، (اللہ نے) انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی"(النحل:121)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں رات بھر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟(صحیح بخاری و مسلم)

اے اللہ کے بندو! ہماری ایک ایک سانس اللہ کی نعمتوں سے سرشار ہے، وہ مالک ہے، ہم بندے ہیں، اس کی نعمتیں ہم پر بے شمار ہیں، خود فرماتا ہے:

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"(النحل:18)

ہمارے لیے یہی لائق و مناسب اور واجب ہے کہ اس پرودگار کی نعمتوں کے گن گائیں، اس کے نام کی مالا جپیں، اس کا خوب شکر کریں تاکہ وہ اپنے وعدے کے مطابق ہم پر مزید الطاف و اکرام کی بارشیں برسائے، وہ کریم ہے اس کی نعمتوں کے خزانے بھرے ہوئے ہیں:

"کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ ہمارے پاس اس کا خزانہ ہے، ہم ایک متعین مقدار سے ہی اتارتے ہیں"۔(الحجر21)

اگر ہم ناشکری کریں گے تو بیشک اللہ اس بات پر قادر ہے کہ اس ہوا کو روک دے جس میں ہم سانس لیتے ہیں:

"اگر وہ چاہے تو ہوا تھما دے، اور (یہ کشتیاں سمندر پر) ٹھہری رہ جائیں بیشک اس میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں"۔(الشوریٰ:33)

وہ اس بات پر قادر ہے کہ اس پانی کو ختم کر دے جسے ہم پیتے ہیں

"فرمادیجیے: اگر تمھارا پانی زمین میں بہت نیچے اتر جائے (خشک ہو جائے) تو کون ہے جو تمھیں زمین پر بہتا ہوا پانی لا دے"۔(الملک:30)

اخیر میں دو آیتوں کا ترجمہ پھر سے پڑھیے اور اللہ کا شکر گزار بندہ بنیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے، کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں، جو شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنا ہی فائدہ کرتا ہے، اور جو ناشکری کرتا ہے تو بیشک میرا رب بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے"۔(النمل:40)

دوسری آیت میں اللہ پاک فرماتا ہے:

"اور یاد کرو جب تمھارے رب نے سنا دیا کہ اگر شکر ادا کرو گے تو میں تمھیں اور دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے"۔(ابراہیم:7)۔

اس مختصر سی تحریر میں شکر کرنے کے فضائل اور اس پر اللہ کے انعامات قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیے گئے۔ اب ہم پر ضروری ہے کہ اپنے اندر اللہ کی نعمتوں کا احساس پیدا کریں جب ہم اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں گے تو اس کا شکر بجا لائیں گے، اور مومن کی شان ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کے ملنے پر اس کا شکر ادا کرے، اس کے چلے جانے پر صبر کرے۔ یہی مومن کی شان کو زیبا ہے۔ اللہ پاک ہمیں خوب خوب شکر کرنے والا بندہ بنائے، آمین۔ ☆☆

ذکرِ جمیل

امینِ امّت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حیاتِ طیبہ کے درخشاں نقوش

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

بڑے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو مشکاۃ نبوت سے براہِ راست فیض یاب ہوئے، جنھیں سرکارِ دوعالم ﷺ کی خصوصی رفاقت کا شرف حاصل ہوا، جن کے لیے بارگاہِ خداوندی سے ”رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ“ کا مژدۂ جاں فزا ملا اور قرآن عظیم نے انھیں ”السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ“ کے لقب سے یاد فرمایا، انھیں خوش بخت شخصیات میں امینِ امت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی شمار ہوتا ہے، آپ عشرۂ مبشرہ سے ہیں، آپ ان مقتدر ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود کو اسلام کے لیے وقف کر دیا اور اپنی پوری زندگی تبلیغِ اسلام اور اعلاے کلمۂ حق کے لیے صرف کر دی اور ایک عالم ایمان و یقین کی روشنی سے مستنیر ہوا، اسی محسنِ اسلام کی حیاتِ طیبہ کے چند درخشاں پہلو حیطۂ تحریر میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

نام و کنیت: اسمِ مبارک عامر بن عبد اللہ ہے اور کنیت ابو عبیدہ ہے۔ کنیت اصل نام پر غالب ہوگئی اور اسی سے مشہور ہوئے۔

نسب نامہ: حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی قبیلۂ قریش کے چشم و چراغ تھے، آپ کا اور رسول اللہ ﷺ کا سلسلۂ نسب قریش پر متّصل ہو جاتا ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

عامر بن عبد اللہ بن جراح بن ہلال بن اُہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر (قریش) بن مالک۔

اس طرح آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں رسولِ کریم ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح اپنے والد کے بجاے دادا کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے، کیوں کہ جراح اپنے وقت کا مشہور اور بڑے اثر و رسوخ والا آدمی تھا۔ عرب میں اکثر والد کے بجاے دادا کی طرف بھی منسوب ہوتے تھے، خود ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بہت سے لوگ ابن عبد المطلب کہا کرتے تھے۔

قبولِ اسلام: حضرت ابو عبیدہ بن جراح بچپن میں عام عرب نوجوانوں کی طرح رہتے تھے۔ صحراے عرب میں دوسرے نوجوانوں کی طرح فنِ سپہ گری، تیر اندازی، نیزہ اور تلوار بازی میں مہارت حاصل کی۔ پھر عرب کے دستور کے مطابق کسبِ معاش کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور آپ کا رہن سہن شرفاے مکہ کے ساتھ ہوتا۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گہرے روابط تھے، انھیں کی دعوت پر مذہبِ اسلام میں داخل ہوئے، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسولِ کریم ﷺ دارِ ارقم میں پناہ گزیں نہیں ہوئے تھے۔

ہجرتِ حبشہ اور مدینہ منورہ: کفارِ مکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو اسلام لانے کی وجہ سے تکلیفیں دیتے، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ جو لوگ کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں سے بچ کر اپنے دین کی حفاظت کے لیے مکہ چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں، اس اجازت سے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا اور گیارہ مرد اور چار عورتوں نے نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف ہجرت کی ان میں سے ایک ابو عبیدہ بن جراح بھی تھے۔ وہاں جانے کے تین چار ماہ بعد یہ خبر ملی کہ تمام اہلِ مکہ مسلمان ہو گئے، اس لیے جلاوطنی کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ خبر سن کر مہاجرین کا یہ قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوا، لیکن راستے میں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی اور کسی نے افواہ پھیلا دی ہے، مکہ کے حالات بدستور وہی ہیں، اس خبر پر کچھ لوگ وہیں سے حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے اور باقی لوگ کسی بااثر آدمی کی پناہ لے کر مکہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔ حضرت ابو عبیدہ بھی انھیں حضرات میں سے تھے، لیکن اہلِ مکہ نے مسلمانوں پر اپنی ریشہ دوانیاں کم نہ کیں، پھر دوبارہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کا مشورہ کیا، اس بار سو سے زائد مردوں اور عورتوں پر مشتمل قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس دوسری بار بھی حضرت ابو عبیدہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرتِ مدینہ کا حکم نازل ہونے سے کچھ عرصہ پہلے مکہ واپس آئے، اس طرح آپ نے چھ سال حبشہ میں حالتِ مہاجرت میں گزارے پھر ہجرتِ مدینہ کا

حکم نازل ہونے کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مستقل طور پر مدینہ میں بود و باش اختیار کرلی۔

حضرت ابو عبیدہ اور رشتۂ مواخات: جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت کرکے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ اور آپ کے بعد بہت سے صحابۂ کرام بھی ہجرت کرکے مدینہ شریف تشریف لے گئے تو حضور ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتۂ مواخات قائم کیا، اس کی صورت یہ تھی کہ انصار میں سے ایک صحابی کو کسی مہاجر صحابی کا بھائی بنادیتے اور یہ رشتۂ مواخات حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر مضبوط ثابت ہوا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو حضرت سعد بن معاذ انصاری کا بھائی بنایا۔

غزوات و سرایا میں شرکت: حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو شجاعت و بہادری، زہد و ورع، جذبۂ ایثار و قربانی کے ساتھ ساتھ جنگی فنون میں کافی مہارت حاصل تھی۔ آپ ایک جاں باز مجاہد اسلام تھے، جنگِ بدر، جنگِ احد اور خندق وغیرہ میں رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور اپنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا۔

جنگِ بدر میں آپ کا والد عبد اللہ کفار کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آیا اور حضرت ابو عبیدہ کے قتل کے درپے ہوا، حضرت ابو عبیدہ اس سے پہلوتہی کرتے رہے، لیکن جب وہ اپنی حرکات سے باز نہ آیا تو حضرت ابو عبیدہ نے اپنی تلوار سے اپنے باپ عبد اللہ کا سر قلم کردیا، اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ یہ آیتِ کریمہ آپ کی شان میں نازل فرمائی:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ" (المجادلہ:22)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

جنگ احد کے روز بھی آپ مردانہ وار لڑتے رہے، اسی روز سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جبینِ اقدس میں خود کی کڑیاں پیوست ہوگئی تھیں۔ آپ نے اپنے دانتوں سے وہ خود کے ٹکڑے باہر نکالے، جس سے حضرت ابو عبیدہ کے سامنے والے دو دندان ٹوٹ کر گر گئے اور آپ زندگی بھر فخر کرتے تھے کہ میرے یہ دو دانت آقائے کریم ﷺ پر قربان ہوئے ہیں۔

غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مورچے کی حفاظت آپ کے ذمہ تھی، غزوۂ خندق کے بعد بنو قریظہ کی سرکوبی کی مہم درپیش تھی، حضرت ابو عبیدہ بھی اس جنگ میں شریک رہے، صُلح حدیبیہ کے موقع پر بھی رسولِ کریم ﷺ کی معیت میں رہے۔

صُلح حدیبیہ کے بعد خیبر کے معرکے ہوئے، یہاں ہونے والی متعدّد جنگوں میں حضرت ابو عبیدہ بھی پیش پیش رہے۔

غزوۂ سیف البحر میں حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ کو امیر بنایا، حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ساحلِ سمندر کی طرف ایک لشکر روانہ کیا، اس لشکر کا زادِ راہ راستے ہی میں ختم ہوگیا تھا، حضرت ابو عبیدہ نے کہا جو کچھ تمھارے پاس ہے اسے جمع کرو، تھوڑا سامان تھا، ایک ایک کھجور ایک شخص کو کھانے کو ملتی تھی، پھر وہ ساری چیزیں ختم ہوگئیں، پھر ہم ساحلِ سمندر پر پہنچ گئے، ہمیں پانی میں ایک پہاڑی نظر آئی، دیکھا تو وہ ایک بہت بڑی مچھلی تھی، جس کا گوشت ہم اٹھارہ دن تک کھاتے رہے۔ پھر چند ٹکڑے بچا کر مدینہ منورہ لائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، جسے آپ نے بھی تناول فرمایا۔

حضرت ابو عبیدہ نے دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی میں ہونے والی متعدّد جنگوں میں شرکت فرمائی اور آپ کا شمار ان مجاہدین میں ہوتا ہے جنھوں نے حمص، یرموک، بیت المقدس اور دمشق وغیرہ فتح کیا۔

حضور ﷺ کی جانشینی اور حضرت ابو عبیدہ: حضور ﷺ کا ۱۱ھ میں وصال ہوا، ابھی حضور علیہ السلام کی تدفین عمل میں نہیں آئی تھی کہ انصاری صحابہ سقیفہ بنو ساعدہ میں حضور کی خلافت اور جانشینی کے متعلق ایک میٹنگ کر رہے تھے اور خود کو خلافت کا اہل سمجھ رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ انصار ابھی تک کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے۔ حضرت ابو بکر نے ان کے درمیان تقریر کی، انصار اور مہاجرین کی خدمات کو سراہتے ہوئے خلافت کے مسئلہ کو سمجھایا۔ تمام شرکا نے بحث و مباحثہ کے بعد یہ بات قبول کرلی کہ خلفا قریش سے ہوں گے اور ان کے وزرا اور حمایتی انصار ہوں گے۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ: "یا معشر الأنصار ان کم کنتم اول نصر فلا تکونوا أول غیر." (باقی ص نمبر:32 پر)

انوارِ حیات

شہیدِ ناموسِ رسالت

ملک ممتاز حسین قادری

ابوابدال محمد رضوان طاہر فریدی

شہید ناموس رسالت ملک ممتاز حسین قادری بن ملک بشیر اعوان بن ملک خان محمد کی ولادت 8 ربیع الاخر 1405ھ/یکم جنوری 1985ء کو پنڈی میں ہوئی۔

آپ بچپن ہی سے نماز و روزہ کے پابند، نیک فطرت، عاجزی وانکساری کے پیکر تھے، ضعیفوں اور بوڑھوں کی مدد کرتے اور محافل میلاد میں خوشی اور ذوق وشوق سے شرکت کرتے تھے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد کو بشارات مل چکی تھیں چنانچہ فرماتے ہیں ایک رات میں نماز تہجد کے لیے بیدار ہوا تو گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مختص تھی وہاں ایک نورانی شخصیت نماز ادا کر رہی ہے انہوں نے نماز مکمل کی اور واپس جانے لگے تو اچانک مڑے اور کہنے لگے اس گھر کے جنوبی کونے میں ایک اللہ کا ولی پیدا ہو گا جو پوری دنیا میں اسلام کی عزت کا پرچم بلند کرے گا اور تمھارا نام روشن کرے گا۔

اسی طرح آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل ایک مجذوب صفت اور غیر معروف ولی اللہ نے ملک بشیر اعوان کو کہا میں تمہیں ایک خاص تحفہ کی خوشخبری سناتا ہوں جو تمھیں کچھ عرصہ بعد ملے گا۔ آپ کے والد فرماتے ہیں جب ممتاز حسین پیدا ہوا تو مجھے اس قدر قلبی اور ذہنی سکون ملا کہ میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اس مرد قلندر نے جس خوشخبری کی بشارت دی تھی یہ وہی ہے۔

ممتاز حسین قادری بچپن سے ہی نیک خصلت تھے شرارتیں بالکل نہ کرتے، سکول اور محلے سے ان کی کبھی شکایت نہ موصول ہوئی، ان کے والد کا بیان ہے بچپن میں گھر کے کسی معاملہ پر رائے دیتے یا جو کہتے بعد میں ویسا ہی ہوتا کلاس چہارم سے نعت خوانی شروع کی امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا اور دعوت اسلامی کے تین روزہ سالانہ اجتماع میں باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی پھر سویڈش کالج میں ریڈیو انجینئرنگ کے ڈپلومے کے لیے داخلہ لیا مگر چار ماہ بعد چھوڑ کر پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ 2005ء میں special branch میں ٹرانسفر ہوئے۔ 2008ء میں ایلیٹ فورس میں شامل ہوئے اور ایلیٹ سکول لاہور سے special کمانڈو کورس کیا۔

2010ء میں آپ کی شادی سنت کے مطابق سادگی سے ہوئی شادی میں گانا بجانا اور دیگر فضول رسموں سے دور رہے بلکہ اس دن گھر پر محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا، جنازہ کے موقع پر ان کے ساتھی پولیس اہلکاروں نے بتایا کہ ممتاز قادری میز پر کھانا کھانے کی بجائے زمین پر بیٹھ کر کھاتے اور فرماتے زمین پر بیٹھ کر کھانا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

آپ عالم دین بننا چاہتے تھے اور اس کے لیے مدرستہ المدینہ کراچی میں داخلہ کی خواہش کا اظہار بھی کیا تھا جو گھریلو حالات کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی، سرکاری ریکارڈ کے مطابق ان کا کبھی کسی دہشت گرد تنظیم سے تعلق نہیں رہا، دوران ڈیوٹی نہ کسی سے بد اخلاقی کی اور نہ کسی غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث پائے گئے بہت ملنسار تھے اس لیے تمام ملازمین و افسران ان سے محبت کرتے وقت کے پابند اور فرائض کو احسن طریقے سے ادا کرتے نماز کی ادائیگی میں جو وقت صرف ہوتا بعد میں وہ اضافی ڈیوٹی کر کے پورا کرتے۔

ممتاز قادری کا نشانہ بڑا زبردست تھا کمانڈو کورس کے دوران تربیت دینے والے افسران اور ساتھی اہل کار بڑا حیران ہوتے کیوں کہ آپ کھڑے، چلتے، بھاگتے ہوئے اور آنکھیں بند کر کے درست نشانہ لگا دیتے تھے۔

4 جون 2009ء کو ضلع ننکانہ شہر سے سولہ کلومیٹر دور ایک اٹاں والی گاؤں چک نمبر 3 میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والی عورت

ملعونہ عاصیہ مسیح کا فالسہ کے باغ میں جہاں وہ کام کرنے گئی تھی دو مسلمان عورتوں سے جھگڑا ہو گیا اس ملعونہ عورت نے دوران جھگڑا حضور نبی مکرم شفیع امت ﷺ اور ام المومنین حضرت سیدنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے شدید ترین گستاخی کی جس کے متعلق وہاں کام کرنے والی دیگر عورتوں نے بھی گواہی دی، باغ کے زمیندار کے بیٹے محمد افضل کے بقول میں نے خود بھی عاصیہ سے پوچھا تو اس نے اعتراف کیا کہ اس نے نبی کریم ﷺ اور سیدہ خدیجہ کی توہین کی ہے۔

یہ سارا واقعہ اس گاؤں کے امام مسجد کے علم میں لایا گیا جنہوں نے کمال دانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گاؤں میں پنچایت بلائی جس میں دونوں طرف سے گاؤں کے کئی درجن افراد نے شرکت کی جہاں واقعہ کے چشم دید گواہان عورتوں نے گواہی دی اور عاصیہ مسیح ملعونہ نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی بھی مانگی، پنچایت نے فیصلہ کیا کہ اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی گستاخی کی ہے اور اس کا اعتراف بھی کر رہی ہے جس کو معاف کرنے کے ہم مجاز نہیں ہیں اس لیے اس عورت کو قانون کے حوالے کیا جائے اور قانون کے مطابق ہی سزا دلوائی جائے۔ چنانچہ 19 جون جس دن پنچایت ہوئی تھی اسی دن ڈسٹرکٹ پولیس آفس ننکانہ میں عاصیہ کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295c کے تحت مقدمہ نمبر 32609 درج کر دیا گیا اور اسی روز یہ عورت گرفتار ہوئی۔ ننکانہ ایس پی تعینات نہ ہونے کی وجہ سے اس کیس کی تفتیش ایس پی investigation شیخوپورہ سید محمد امین بخاری نے کم و بیش تین ماہ کی۔

ایس پی کے بقول میں نے اس مقدمہ کی سو فیصد شفافیت سے غیر جانب دارانہ ہو کر تحقیق کی ہے میں نے مدعی، ملزمہ دونوں پارٹیوں کا موقف سنا، گواہوں کے بیانات قلم بند کیے اور اپنی آزادانہ تحقیقات میں عاصیہ کو گنہگار قرار دے کر چالان مکمل کر کے 14 ستمبر 2009ء کو عدالت کے سپرد کیا۔

جسٹس محمد نوید اقبال ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ننکانہ کی عدالت میں یہ کیس تقریباً 14 ماہ تک چلا 14 ماہ کی سماعت کے بعد کیس مکمل ہوا تو 8 نومبر 2010ء کو عاصیہ ملعونہ کو توہین رسالت کا مرتکب قرار دے کر ایک لاکھ روپے جرمانہ اور موت کی سزا سنائی جس کے خلاف عاصیہ ملعونہ کے شوہر اور سابق فوجی عاشق مسیح نے ہائی کورٹ میں اپیل کر دی۔

تاریخ پاکستان میں یہ پہلا کیس تھا جس میں توہین رسالت کے مرتکب کو سزائے موت سنائی گئی ورنہ اس سے قبل جتنے بھی کیسز رجسٹر ہوئے ان میں کسی کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی۔

آئین پاکستان کے تحت انتہائی غیر جانب داری اور شفافیت کے ساتھ یہ کیس یہاں تک آگے بڑھا تھا کہ اچانک قادیانی لابی اور مغربی ایجنٹوں کے اشاروں پر سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر اپنی بیوی، بیٹی، این جی اوز کے نمائندوں اور میڈیا کو ساتھ لے کر شیخوپورہ جیل میں پہنچ گیا جہاں ملعونہ عاصیہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر درج ذیل ویڈیو بیان ریکارڈ کروایا۔

"ان کو سزا سنائی گئی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہت سخت اور ظالم سزا ہے"۔

بلکہ ایک ٹی وی شو میں اسے کالا قانون کہا یہی نہیں بلکہ اس قانون کو ہر صورت ختم کرنے اور عاصیہ مسیح کو ہر صورت آزاد کروانے کا عزم مصمم کرتا رہا۔

جس دن عاصیہ مسیح کا فیصلہ آیا تھا اس دن سے حکومتی سرگرمیاں تیز ہو گئی تھی جس کا مقصد غیروں کے اشاروں پر 295c قانون میں ایسی ترمیم کرنا تھا جس کی وجہ سے یہ قانون مجرموں کے لیے بے اثر بے ضرر اور ناقابل عمل ہو کر رہ جائے۔ اسی کے پیش نظر مختلف ٹی وی چینلز پر ٹاک شوز ہونے لگے اور توہین رسالت پر دی جانے والی اسلامی سزا کا مذاق اڑایا جانے لگا، کوئی اسے غیر انسانی اور ظالمانہ کہتا تو کوئی اسے پرانے زمانے اور جاہلیت کی رسم سے تعبیر کرتا۔

علمائے کرام نے اپنے فرض کی ادائیگی کے پیش نظر کئی بار گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو اسلامی تعلیمات اور قوانین کا مذاق اڑانے اور عاصیہ مسیح کا ساتھ دینے سے روکنے کی کوشش کی مگر وہ حکومتی عہدے اور طاقت کے نشے میں چور باز نہ آیا اور کہتا: "یہ علماء میرے جوتے کی نوک پر ہیں" ان دنوں آسمبلی میں ایک بل بھی پیش کیا گیا تھا جس کا مقصد 295c میں ترمیم کرنا تھی اس بل کے بنیادی نکات میں درج ذیل نکات اہم تھے۔

1: اس قانون میں سے سزائے موت کو ختم کر دیا جائے۔
2: بدنیتی پر مبنی ارادے کو ثابت کرنے کا تصور بحال کیا جائے۔

جب سلیمان تاثیر اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور مسلسل

اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانے اور علما کی توہین کرنے کا مرتکب ہوتا رہا تو کئی اہل علم نے اس کے خلاف سرکاری چارہ جوئی کی بھی کوشش کی مگر گورنر پنجاب ہونے کی حیثیت سے اسے قانونی استثنا حاصل تھا جس کی وجہ سے اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہوئی تو 4 جنوری 2010ء کو ملک ممتاز حسین قادری نے اپنی سرکاری رائفل ایس ایم جی سے بریسٹ مارکر کوہسار market اسلام آباد میں سلمان تاثیر کو واصل جہنم کر دیا میگزین میں موجود ستائیس کی ستائیس گولیاں سلمان تاثیر کے جسم میں اتار دیں۔ ممتاز قادری کی ڈیوٹی ان دنوں بطور سیکورٹی اہلکار سلمان تاثیر کے ساتھ تھی۔

سلمان تاثیر کے قتل پر مفتی محمد خان قادری نے ایک فتوی مرتب کیا جس پر تمام مسالک سے تعلق رکھنے والے پانچ سو علما کے دستخط تھے کہ سلمان تاثیر توہین شریعت اور توہین رسالت کی وجہ سے مرتد ہو چکا تھا اور کوئی اس کا نماز جنازہ نہ پڑھائے۔ چنانچہ ملک میں موجود تمام مسالک کے اہل علم نے سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا جس میں Governor House لاہور کی مسجد کے پیش امام بھی شامل تھے۔

سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے بعد ملک ممتاز قادری نے خود کو پولیس کے حوالہ کر دیا، تفتیش کے دوران آپ نے پولیس افسران کو بتایا کہ یہ فعل میں نے کسی کے کہنے پر نہیں کیا بلکہ سلمان تاثیر کے گستاخانہ بیان پر اور میرے پوچھنے پر تاثیر کے اپنے بیان پر اصرار پر رسول پاک ﷺ کی محبت میں کیا ہے سرکار ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمالیں اور مجھے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں بلکہ میں قطعی پُرسکون اور مطمئن ہوں۔

پہلے ہی دن جب ممتاز قادری کو تھانہ کوہسار لے جایا گیا تو وہاں پولیس اہلکار نے آپ سے نعت شریف "یا رسول تیرے چاہنے والوں کی خیر" سنی اور ایک غیرت مند پولیس اہلکار نے اس کی ویڈیو بنا کر social میڈیا پر upload کر دی، راقم الحروف نے یہ ویڈیو نعت اس وقت بوقت تحریر اپنے واٹس ایپ status پر لگائی ہوئی ہے۔

جب ملک ممتاز قادری کو انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں لایا گیا تو وہاں موجود وکلا نے ان پر پھول نچھاور کیے، چہرہ سے کپڑا ہٹا کر منہ چومتے رہے اور نعرہ رسالت و تکبیر کے ساتھ "لے گیا بازی ممتاز قادری، اور غازی تیرے جان نثار بے شمار بے شمار" کے نعرے لگاتے رہے۔ نیز لاتعداد وکلا نے رضا کارانہ طور پر ممتاز قادری کا کیس لڑنے کا عزم کیا۔

ممتاز قادری کو جب اڈیالہ جیل منتقل کیا گیا تو جیل میں چھ ہزار قیدیوں اور عملے نے "غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے" کے نعروں سے استقبال کیا، گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے دیگیں پکوا کر لنگر تقسیم کیا اور آپ کی امامت میں نماز عصر ادا کی آپ کے جیل جانے کے بعد سینکڑوں قیدیوں نے توبہ کی اور پنجگانہ نماز شروع کر دی تھی۔

ممتاز قادری نے جیل میں بڑے اچھے دن گزارے آپ پر اللہ و رسول ﷺ کی خصوصی نوازشات ہونا شروع ہو گئیں متعدّد مرتبہ حضور ﷺ نے اپنی زیارت سے نوازا، آپ نے جیل میں کئی افراد کو بتایا کہ میں جس وقت جو بھی چاہتا ہوں فوراً مل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی فروٹ کھانے کو دل کرے تو درود شریف پڑھتا ہوں تو اسی وقت اس کا ذائقہ میرے منہ میں آجاتا ہے۔

ممتاز قادری کا کیس دہشت گردی کی عدالت میں چلتا رہا جب آپ کو سزائے موت سنائی گئی تو آپ بڑے خوش ہوئے، الحمدللہ کہا: اور فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرما لیا ہے" اور جیل میں مٹھائی تقسیم کی۔

نون لیگ حکومت نے 29 فروری 2016ء کی رات کو عالمی دباؤ اور طبقہ قادیانیوں کی خوشنودی کے لیے کسی کے علم میں لائے بغیر رات کے اندھیرے میں چوروں کی طرح چپکے سے ملک ممتاز قادری کو پھانسی دے کر شہید کر دیا اور میڈیا کو پابند کر دیا کہ وہ شہادت کی خبر دینے کے علاوہ نہ تو کوئی خبر دے اور نہ ہی جنازہ کو کوریج دیں اور ساتھ ہی پورا ملک لاک ڈاؤن کر دیا تاکہ عاشقان رسول جنازہ میں شرکت نہ کر سکیں مگر دنیا اس وقت حیران رہ گئی جب تمام حکومتی machinery کو ناکام کرتے ہوئے لاکھوں غلامان رسول ﷺ لیاقت باغ راولپنڈی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے پہنچے، وقت کے نامور علما و مشائخ نے نماز جنازہ میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھا ممتاز قادری کے جنازہ پر منوں پھول برسائے گئے۔ جس وین میں آپ کی میت تھی لوگ اسے ہاتھ لگانا ہی اپنی سعادت سمجھتے تھے لیاقت باغ مکمل بھرا ہوا تھا بلکہ اطراف میں موجود سڑکوں پر بھی حد نگاہ تک لاکھوں افراد تھے میڈیا کی کوریج تو بند تھی البتہ لوگوں کے اپنی ذاتی کیمروں اور مختلف مذہبی و سماجی تنظیموں کے سوشل میڈیا ورک کے ذریعے جو تصاویر سامنے آئیں

ان میں دیکھا جاسکتا ہے کہ کیمروں کی رینج ختم ہوگئی مگر لوگوں کا مکمل احاطہ نہ کر سکے۔ محتاط اندازے کے مطابق ساٹھ لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی،عالمی میڈیا نے جنازے کی کوریج دکھائی اور اپنی رپورٹس میں بتایا کہ ممتاز قادری کے جنازے میں لاکھوں افراد شریک تھے ایک ایسے وقت میں جب پاکستانی ٹی وی چینلز کوریج کا بلیک آؤٹ کر رہے تھے سی این این اور بی بی سی سمیت عالمی میڈیا نے اس کی بھرپور کوریج کی اور وہ اپنے ناظرین کو بتاتے رہے کہ حکومت نے جس ممتاز قادری کو پھانسی دی ہے عوام اسے ہیرو کے طور پر سفر آخرت پر رخصت کر رہے ہیں۔

ان دنوں ملک میں دہشت گردی کی وجہ سے ضرب عضب آپریشن چل رہا تھا ملکی حالات نازک تھے اس لیے علمائے اہل سنت نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور شرکائے جنازہ کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔ عوام میں حکومت کے خلاف سخت غم وغصہ پایا گیا اور بہت سے افراد نے مسلم لیگ نون کو چھوڑ دیا۔

ملعونہ عاصیہ مسیح کے کیس کی ابتدا سے انتہا تک سلمان تاثیر کے قتل اور ممتاز قادری کی تحریک رہائی اور شہادت تک علمائے اہل سنت کا انتہائی تاریخ ساز کردار رہا ہے۔ اس مختصر جگہ میں اس پر روشنی ڈالنا مشکل ہے،اس سارے معاملے میں جن علمائے اہل سنت کا کردار زیادہ نمایاں رہا ان میں کنز العلما علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، استاد الحدیث علامہ خادم حسین رضوی اور علامہ پیر محمد افضل قادری شامل ہیں۔ اس کیس میں جس طرح علمائے اہل سنت نے تاریخ ساز کردار ادا کیا دیگر مسالک کے اہل علم نے عملی طور پر تو اس طرح ساتھ نہ دیا البتہ یہ ضرور رہا کہ انھوں نے ممتاز قادری کی مخالفت نہیں کی بلکہ سلمان تاثیر کے اقدامات کو غلط کہا اور مفتی محمد خان قادری نے جو فتوی مرتب کیا اس کی تائید کی اور مفتی تقی عثمانی دیوبندی وفاقی شرعی عدالت کے جج نے بھی ممتاز قادری کو پھانسی دینے کی سزا کے فیصلہ کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا: اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو وہ واجب القتل ہو جاتا ہے اور اس کی سزا موت ہے۔ حکومت کا کام ہے اسے سزا دے اور اگر حکومت سزا دینے میں ناکام ہو جائے یا کوئی شخص جانتا ہے کہ حکومت اسے سزا نہیں دے گی وہ اس گستاخ کو قتل کر دے تو اس قتل کرنے والے کو قتل کے جرم میں سزائے موت یا قصاص کی سزا نہیں دی جاسکتی کیوں کہ اس نے ایک واجب القتل شخص کو قتل کیا ہے۔

ملک ممتاز حسین قادری کیس میں دو افراد کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ایک ڈاکٹر طاہر القادری اور دوسرے علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی میں چاہتا ہوں کہ اس جگہ ان دونوں کا مختصر تعارف پیش کر دوں تاکہ مستقبل کا مورخ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے مگر اس سے قبل یہ بھی جان لیں کہ ممتاز قادری کے کیس میں ان کا کردار کیا ہے؟

جب شہید ناموس رسالت ملک ممتاز حسین قادری نے سلمان تاثیر کو واصل جہنم کیا تو ادارہ منہاج القرآن کے سرپرست ڈاکٹر طاہر القادری نے ARY نیوز پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

”گورنر سلمان تاثیر نے جو کچھ کہا وہ ان کے نزدیک اہانت رسول ﷺ کی تعریف میں نہیں آتا اور کسی فرد کو اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ قانون ہاتھ میں لے اور کسی کو قتل کر دے، جس کسی نے ان کو قتل کیا وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے اگر سلمان تاثیر نے کوئی ایسا جملہ بولا بھی ہو جو گستاخی رسول اللہ ﷺ پر منتج ہوتا ہو اور یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی کسی فرد کو قانون ہاتھ میں لے کر قتل کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اگر وہ ایسا کرے تو وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے“۔

اس کے بعد ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے بیان کی وضاحت میں مختلف نشستوں میں کم و بیش بیس گھنٹوں کا خطاب ریکارڈ کروایا، علمائے اہل سنت میں سے کسی بھی عالم نے ڈاکٹر طاہر القادری کی حمایت نہیں کی بلکہ بہت سے اہل علم نے دعوت مبارزت و مناظرہ دی جب کہ کنز العلما ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے ڈاکٹر طاہر القادری کا علمی رد کیا اور اس نے اپنے خطابات میں اپنے موقف کی وضاحت میں جو دلائل پیش کیے تھے ان کا جائزہ لیا اور واضح کیا کہ ڈاکٹر طاہر القادری کے بیان اور اس پر دلائل میں کوئی موافقت نہیں ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری اور ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دونوں کے خطابات یوٹیوب پر موجود ہیں جہاں سے سن کر آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون حق پر تھا اور کس نے علمی و نظری خطا کی ہے۔

کنز العلماء ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی:

کنز العلما حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی بن صوفی غلام سرور گوندل کی ولادت 12 اپریل 1968ء کو بھکی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین میں ہوئی۔ اللہ تعالی نے آپ کو بہت سی خوبیوں

سے نوازا ہے۔ بیک وقت مدرس، مفتی، شیخ الحدیث، مناظر، شاعر، درد دل رکھنے والے مبلغ، بیسیوں کتب کے مصنف، حافظ قرآن، غیر جانب دار محقق، اسلام و اہل سنت کا درد رکھنے والے ہر دل عزیز خطیب ہیں اگر مجھے کسی مقرر کا بیان سننا ہو تو پاکستان کے یہ پہلے خطیب ہیں جن کا خطاب میں ذوق و شوق سے سنتا ہوں۔

حفظ قرآن کے بعد علامہ عطا محمد بندیالوی، پیر سید محمد مظہر قیوم، علامہ عرفان شاہ مشہدی اور علامہ محمد اقبال افغانی جیسے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ تنظیم المدارس پاکستان کے تحت شہادۃ العالمیہ میں پورے پاکستان میں اول پوزیشن حاصل کی، علامہ شاہ عنایت قادری کے فقہی لٹریچر پر عربی زبان میں تحقیق کر کے 2002ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 1993ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے بغداد شریف کا سفر کیا، جہاں مختلف جامعات کے اصحاب علم سے استفادہ کیا خاص طور پر مفتی شیخ عبدالکریم محمد المدرس سے، ان سے آپ نے اوراد و وظائف کی اجازت کے ساتھ اجازت تدریس بھی حاصل کی، حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین کے دست اقدس پر شرف بیعت اور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری سے سلسلہ قادریہ رضویہ میں اجازت و خلافت حاصل کی۔

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور میں بطور پرنسپل مسند تدریس پر جلوہ افروز ہیں 2014ء میں راقم الحروف کا یہاں دس دن قیام رہا جہاں ہر روز آپ سے ملاقات زیارت اور دست بوسی کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

ادارہ صراط مستقیم کے پلیٹ فارم سے آپ ملک و بیرون ملک خدمات اسلام میں مصروف ہیں، ملک کے اندر اٹھنے والے ہر فتنہ کی سرکوبی کرنے میں آپ پیش پیش رہتے ہیں، گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ملک ممتاز حسین قادری کی تحریک رہائی اور تحفظ ختم نبوت میں آپ کی خدمات اور کاوشیں سب سے نمایاں اور تاریخ ساز ہیں۔ ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی گرفت اور علمی رد جس طرح آپ نے کیا ہے عصر حاضر میں اس کی مثال نہیں ملتی، اگر یوں کہوں کہ آپ نے ادارہ منہاج القرآن کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے تو غلط نہ ہوگا۔

آپ کی کتب و رسائل کی تعداد ایک سو کے قریب ہے جن میں:
* فہم دین * مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے ؟ * غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں * محاسن اخلاق * مفہوم قرآن بدلنے کی واردات * خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام * فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات * اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل * تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل * ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات۔ وغیرہ شامل ہیں۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری:

ڈاکٹر محمد طاہر القادری بن ڈاکٹر فرید الدین قادری کی ولادت 19 فروری 1951ء کو جھنگ میں ہوئی، ان کے والد علما و مشائخ سے محبت کرنے والے نیک صفت انسان تھے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے دنیاوی تعلیم حاصل کی اور مروجہ جدید دینی تعلیم باقاعدگی سے تو نہ حاصل کی البتہ مختلف اہل علم سے استفادہ ضرور کیا ہے۔

آپ ایک بلند پایا خطیب ہیں فصاحت و بلاغت اور انداز خطابت میں پاکستان کے اندر ان جیسا دوسرا کوئی نہیں، اپنی خطابت کے زور پر ہی آگے بڑھے اور دنیا بھر میں نام کمایا، کثیر موضوعات پر ہزاروں خطاب ریکارڈ کروائے، اپنے رفقا کے ساتھ مل کر لاہور میں ادارہ منہاج القرآن کی بنیاد رکھی، جس کے تحت ایک یونیورسٹی اور ملک بھر میں کئی سکول و کالجز قائم کیے آپ کی کتب کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے جن میں پانچ سو کے قریب طبع ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری کی شخصیت شروع سے ہی متنازع رہی ہے ابتدا سے ہی بڑا مولوی بننے کی کوششوں میں تھے ایام جوانی میں کہا کرتے تھے میں مولانا مودودی سے بھی بڑا مولوی بنوں گا، گویا انھوں نے محقق اطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری اور صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کو اپنا آئیڈیل نہیں بنایا بلکہ مولوی مودودی کو چنا ہے جو خود اپنے حلقۂ دیوبند میں بھی متنازع ہیں یہی وجہ ہے کہ موصوف نے علمی و فکری لحاظ سے جو ٹھوکریں کھائیں ہیں اور اہل سنت کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ ناقابل تلافی ہے رہی سہی کسر ممتاز قادری کے کیس میں نکال دی۔

ملک ممتاز قادری کیس میں اس نے پوری امت سے جدا موقف اپنا کر کروڑوں فرزندان توحید کو جو قلبی ٹھیس پہنچائی ہے اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، معلوم نہیں یہ ایسا کسی کے اشاروں پر کرتے ہیں یا سستی شہرت کا بخار خود ہی چڑھا رہتا ہے۔

برصغیر کے جید علما اہل سنت میں سے کسی نے بھی کبھی ان کی تائید نہیں کی، اگر ان کی تعریف میں کسی بزرگ کا کوئی قول ملتا بھی ہے تو

وہ موصوف کے ابتدائے زمانہ کا ہے جب اِس کے نظریات ابھی کھل کر سامنے نہیں آئے تھے۔

ڈاکٹر طاہر القادری سنجیدہ وجید علما اہل سنت پر سخت زبان استعمال کرنے میں کافی جری ثابت ہوئے ہیں، ہمارا یہ دعوی بلا دلیل نہیں بلکہ آپ موصوف کے صرف دو بیان اٹھاکر دیکھ لیں:

پہلا جب انڈیا میں ایک بڑے اجتماع میں تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری پر برسے اور دوسرا ملک ممتاز قادری کیس میں جب موصوف نے اپنا بیان ریکارڈ کروایا۔ حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔

شروع سے لے کر آج تک ان کی سیرت اٹھا کر دیکھ لیں بیسیوں جگھوں پر جھوٹ بولتے نظر آئیں گے، ان کے بیانات میں واضح تضاد موجود ہے، علمائے اہل سنت کی طرف سے جب بھی ان کا رد ہوا تو انہوں نے کبھی کوئی علمی وسنجیدہ جواب نہیں دیا بلکہ مکمل خاموشی اختیار کی یا پھر تنگ نظر کم علم اور کم مطالعہ کا طعنہ دے کر اور اِدھر اُدھر کی مار کر گزارہ کر لیا جب کہ قادری صاحب کے کارکنان تمام اخلاقی حدوں کو پار کر کے نازیبا و غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے social میڈیا پر علمائے اہل سنت کی کردار کشی میں مبتلا ہیں "دیگ سے زیادہ چمچے گرم" والی مثال ان پر صادق آتی ہے۔

منہاج القرآن پبلیکیشنز کی طرف سے ڈاکٹر طاہر القادری کے نام سے جو کتب چھپی ہیں وہ تین طرح کی ہیں

1: ڈاکٹر طاہر القادری کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے چند مختصر رسائل

2: موصوف کے خطابات جنہیں بعد میں کتابی شکل دے دی جاتی ہے۔

3: اس زمرہ میں وہ کتب آتی ہے جو منہاج القرآن کے ریسرچ سنٹر میں موجود تنخواہ دار محققین اول تا آخر لکھتے ہیں جسے بعد میں موصوف کے نام سے شائع کر دیا جاتا ہے، منہاج القرآن پبلیکیشنز سے جو ضخیم ضخیم کتب شائع ہو رہی ہیں یہ سب اسی نوعیت کی ہیں اور ان کتابوں کی تیاری کا جو پروسیجر ہے اس کی مکمل تفصیل اور وضاحت ڈاکٹر طاہر القادری خود اپنے ویڈیو بیان میں کر چکے ہیں جسے یوٹیوب پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اب آخر میں ہم برصغیر کے علمائے اہل سنت کے ڈاکٹر طاہر القادری کے رد میں لکھی گئی کتب کی ایک نامکمل فہرست پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ اہل سنت میں ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی پوزیشن کیا ہے؟

* دیت المراۃ: ملک المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی * اسلام میں عورت کی دیت: غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی * عورت کی دیت: مولانا محمد عبداللہ قصوری * خطرہ کی گھنٹی، 2 مجلدات علامہ ابوداد محمد صادق رضوی * فتنہ طاہری کی حقیقت: مفتی قاری محبوب رضا بریلوی * جواب الجواب: مفتی محمد تقدس علی خان بریلوی * تحقیقی محاسبہ وفیصلہ: شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی * محاکمہ کا محاسبہ اور حقیقت وکیفیت: مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی * پروفیسر کا علمی و تحقیقی جائزہ: مفتی غلام سرور قادری * عظیم فتنہ اور منہاج الشیطان: علامہ محمد اختر رضا ازہری * بانی ادارہ منہاج القرآن کا علمی محاسبہ: مفتی اقتدار احمد خان نعیمی * خواب اور الہامات شیطانی: مولانا مفتی محمد عبد اللہ قصوری * خوابوں کا شہزادہ: علامہ محمد صدیق ہزاروی * یہ سب کیا ہے؟ علامہ حافظ فریاد علی قادری * مفتی محمد خان قادری کا انکشافاتی انٹرویو * طاہر القادری کے خلاف قرآن کی فریاد: مفتی محمد فضل رسول * سیف نعمان بر درباری منہاج القرآن: مفتی محمد فضل رسول * ضرب ختنین بر منکر افضلیت شیخین: مفتی محمد فضل رسول * طاہر القادری کی حقیقت: مفتی ولی محمد رضوی * تاثرات کا تجزیہ: مولانا محمد حسن علی رضوی * پروفیسر طاہر القادری کی علمی گرفت: قاری محبوب رضا خان بریلوی * ضرب قاہر بر فتنہ طاہر: مولانا محمد حسن علی رضوی * قہر الدیان علی منہاج الشیطان: ابو مصطفی عاقب القادری * ڈاکٹر طاہر القادری کا شرعی مواخذہ: مفتی رضا الحق اشرفی * متنازعہ ترین شخصیت محمد نواز کھرل * اسلام اور وائرس مسیحیت * سنیوں ہوشیار رہنا مودودی آ گیا * الفتنۃ الجدیدۃ * دوسرا مودودی آ گیا * نیا فتنہ * مکتوب بہ خدمت عہدیداران و اراکین وابستگان تحریک منہاج القرآن * ابلیس کا رقص * اشتہار * بانی تحریک منہاج القرآن پر ایک منصفانہ نظر * ضرب حیدری * مکتوب بہ نام اہلسنت۔

مستقبل کا کوئی بھی مورخ انہیں اہل سنت کی صف میں کھڑا نہ کرے کیونکہ اہل سنت سے ہٹ کر اس کی اپنی سوچ فکر اور نظریات ہیں جس پر اس کے اپنے خطابات اور کتب شاہد ہیں نیز نوائے وقت میگزین ستمبر 1986ء میں ان کا انٹرویو چھپا ہے جس میں موصوف نے فرمایا: میں حنفیت یا مسلک اہل سنت وجماعت کی بالاتری کے لیے کام نہیں کر رہا۔

❊❊

اسلامی معاشرہ

بھائی-ایک سچا محب ومعاون

مولانا محمد ہارون مصباحی فتح پوری

اسلام جب مسلمانوں کے درمیان باہمی تعلق کو بیان کرتا ہے، تو یہ کہتا ہے کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾“ (الحجرات 49، آیت:: 10)

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہی ہیں، اس لیے اپنے دو بھائیوں کے درمیان تعلقات اچھے بناؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمھارے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔

در اصل اخوت یا بلفظ دیگر بھائی ہونا ایک ایسا وصف ہے جو خلوص و محبت، ایثار و قربانی اور باہمی نصرت و تعاون سے عبارت ہے، یہی وہ رشتہ ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر کسی بھی پریشانی کے عالم میں سہارا بنتا ہے، یہ رشتہ انسان کو کہیں بھی اور کبھی بھی اکیلا یا بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ہے، اسی رشتے سے معاشرتی اقدار قائم رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آقائے کائنات ﷺ فرماتے ہیں:

”لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَقَاطَعُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا.“ (مسلم: 2559)

ترجمہ: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے (ایک دوسرے کے) بھائی بن کر رہو۔

در اصل ایک دوسرے سے بغض نہ رکھنا، باہم تعاون کرنا اور قطع تعلق سے باز رہنا ہی وہ خوبیاں ہیں جو ایک بھائی میں فطری طور پر ہوتی ہیں، اسلام چاہتا ہے کہ یہ خوبیاں جو سگے بھائیوں میں تو واجبی طور پر ہوتی ہیں، یا ہونی چاہیے، کہ ان کے بغیر بھائی ہونے کا تصور ہی نہیں ہو سکتا ہے، یہ عام مسلمانوں میں بھی پیدا ہو جائیں اور وہ بھی باہم بھائی بھائی بن جائیں، جو ایک دوسرے کے لیے کھلی کتاب ہوں، نہ ان میں حسد ہو، نہ بغض ہو، نہ کینہ ہو، اور نہ وہ ایک دوسرے سے الگ اور لاتعلق رہ کر زندگی گزاریں۔

معلوم ہوا کہ بھائی کی فطرت میں بھائی بہن کے لیے محبت اور ایثار کا جذبہ ہوتا ہے۔ دنیا میں باپ کے بعد بھائی ہی وہ انسان ہوتا ہے جو ہماری کامیابی کے لیے کوشش بھی کرتا ہے اور دعا بھی، جو ہماری خوبیوں اور صلاحیتوں کا اعتراف بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بیان بھی، جو ہمیں ہر اس نفع میں کھلے دل سے شریک کر لیتا ہے جو اسے حاصل ہو رہا ہو۔

جس گھر خاندان میں بھائی ہوتا ہے وہ اس کے لیے ستون کی حیثیت رکھتا ہے، خانگی زندگی کی گاڑی کو منزل تک پہنچانے میں ہر بھائی کا کلیدی رول ہوتا ہے۔

ایک واقعہ نگار نے زندگی کے سفر میں بھائی کے بنیادی رول کے تعلق سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت کا بیٹا، بھائی اور شوہر تینوں گرفتار ہو گئے، اور تینوں کو پھانسی کی سزا ملنی طے پائی۔ بادشاہ بڑا رحم دل تھا، اس نے سوچا کہ عورت کی زندگی کہیں برباد نہ ہو جائے، اس لیے ان تینوں میں سے کسی ایک کی جان بخش دینی چاہیے۔ بادشاہ نے عورت کو اختیار دیا کہ بھائی، شوہر اور بیٹے میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لو، اس کی جان بخش دی جائے گی۔ اس پر اس عورت نے اپنے بھائی کو اختیار کیا۔ بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ بیٹے اور شوہر کے ہوتے ہوئے بھائی کا انتخاب کیوں کیا؟ پوچھنے پر عورت نے کہا کہ بیٹا اور شوہر تو مل سکتے ہیں، کیوں کہ اگر میں دوسری شادی کر لوں تو شوہر مل جائے گا، اور پھر جب توالد و تناسل کا سلسلہ چلے گا تو بیٹا بھی مل جائے گا، لیکن بھائی کا ملنا ناممکن ہے، اس لیے میں نے بھائی کا انتخاب کیا۔

بھائی ایک سچا معاون ہوتا ہے، دنیا میں ایک ایسا بھی بھائی گزرا ہے جس نے اپنے بھائی کو دنیا و آخرت کا سب سے بڑا منصب دلوا کر انسانی تاریخ میں اخوت کے رشتے کو معراج عطا کر دی۔ وہ عظیم ہستی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جنھوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے بارگاہ رب العزت میں منصب نبوت کی دعا کی جو قبول ہو گئی۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دعا کا ذکر یوں ہے:

”وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾“ (سورہ طٰہٰ 20، آیت 29 تا 32)

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

ترجمہ:(میرے رب!)اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک معاون بنا دے، ہارون کو جو میرا بھائی ہے، اس کے ذریعے میری کمر مضبوط کر دے اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عمرے کے ارادے سے روانہ ہوئیں، دوران سفر ایک اعرابی کے یہاں مقیم تھیں کہ ایک آدمی کو دیکھا جو لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے اپنے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہو گئے اور بولے کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ شخص ان شاء اللہ کہے بغیر قسم کھا رہا ہے تو ضرور اسے معلوم ہو گا۔

لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ، کون ہے وہ؟ اس نے جواب دیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں کیوں کہ انھوں نے اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت جیسا سب سے عظیم منصب دلوایا ہے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے دل میں سوچا کہ واقعی بات تو اس نے سچ کہی، واقعتاً اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طہ)

صحابۂ کرام اپنے بھائیوں سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو اپنے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے پناہ محبت تھی۔

اس محبت کی وجہ صرف یہ نہیں تھی کہ زید ان کے برادرِ بزرگ تھے بلکہ یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین اسلام کی محبت سے سرشار ایک بہادر دل عطا کیا تھا اور وہ اپنی جان راہِ حق میں قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ قد بلند و بالا تھا، رنگت گندمی تھی اور صورت نہایت نورانی۔

ہجرت نبوی کے تیسرے سال اُحد کے میدان میں جب معرکۂ حق و باطل برپا ہوا تو چشمِ فلک نے دیکھا کہ حضرت زید قمیص اور زرہ سے بے نیاز، ننگے بدن مشرکین مکہ کی صفوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو بے تاب ہو گئے۔ آگے بڑھ کر انہیں روک لیا اور کہا: خدا کی قسم! میں آپ کو اس حالت میں دشمن کا ہدف نہیں بننے دوں گا۔ یہ کہہ کر اپنی زرہ اتار کر ان کو پہنا دی۔

اس وقت تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات مان لی، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد زرہ اتار پھینکی اور پھر سینہ عریاں کیے، شمشیر بدست، دشمن کی طرف بڑھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر دوڑتے ہوئے ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ آپ نے زرہ کیوں اتار دی ہے؟ انہوں نے تڑک کر کہا:

عمر! میرے راستے سے ہٹ جاؤ، اگر تم شہادت کے تمنائی ہو تو میرے دل میں بھی شوقِ شہادت کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ زرہ وہ پہنے جس کو زندگی عزیز ہو، میں تو اپنی زندگی راہِ حق میں بیچ چکا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے اور سر جھکائے ہوئے واپس اپنی صف میں آ گئے۔

ادھر زید برہنہ تن ہی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور اس جوش اور وارفتگی سے لڑنے لگے کہ شجاعت بھی آفریں پکار اٹھی۔

ایسے جری و بے باک اور حق کے شیدائی تھے حضرت زید بن خطاب عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (طبقات ابن سعد، ج:3، ص:289)

امیر المؤمنین حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں نبوت کے ایک جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذّاب کے خلاف اسلامی لشکر میں حضرت زید بھی شامل تھے، روانہ ہونے لگے تو حضرت عمر فاروق نے ان کو الوداع کہا، اس معرکۂ یمامہ میں حضرت زید نے بہادری اور ہمت کا وہ پُر جوش مظاہرہ کیا جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، اس جنگ میں لشکر اسلام کا جھنڈا انھوں نے ہی تھام رکھا تھا، جنگ زور و شور سے جاری تھی کہ اسی دوران مسیلمہ کذّاب کے ایک خاص آدمی رَجّال بن عُنفُوہ مُرتَد سے سامنا ہوا، آپ نے اسے دینِ اسلام کی دعوت دی مگر اس بد بخت نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، آخر کار آپ نے اسے شکست دی اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (تاریخ طبری، ج2، ص289، 291، البدایہ والنھایہ، ج5، ص43)

اس جنگ میں ایک موقعے پر جب دشمن کی فوج غالب آنے لگی اور مسلمان پسپا ہونے لگے تو آپ خود بھی ثابت قدم رہے اور دوسروں کو بھی حوصلہ دلایا۔ آپ نے مجاہدین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! مضبوط رہو اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑو اور قدموں کو آگے بڑھاتے رہو۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم! میں اب کوئی بات نہیں کروں گا یہاں تک کہ کُفّار کو شکست فاش ہو جائے گی یا میں شہادت پالوں گا اور اپنے پاک رب کی بارگاہ میں سرخ رو ہو کر حاضری دوں گا۔ (البدایہ والنھایہ، ج5، ص30)

اس کے بعد جھنڈے پر اپنی گرفت مضبوط کی پھر دشمن کی جو

صف سامنے نظر آئی اس میں گھس کر دشمنوں سے لڑنا شروع کر دیا، اور دشمنوں کو مارتے کاٹتے ہوئے شہید ہو گئے۔

آخر کار مجاہدین اسلام نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے مسیلمہ کذّاب کے لشکر کو شکستِ فاش دی۔ ایک قول کے مطابق مسیلمہ کذّاب کو جہنم واصل کرنے والے مسلمانوں میں حضرت زید بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ (مستدرک، ج4، ص245، رقم:5057)

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کی خبر سنی تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور فرطِ غم سے نڈھال ہو گئے، لیکن جزع فزع کے بجائے زبان سے صرف یہ الفاظ نکلے:

اللہ میرے بھائی زید پر رحم کرے، وہ دو نیکیوں میں مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ ایک قبولِ اسلام میں اور دوسرے جامِ شہادت پینے میں۔ (تہذیب الاسماء، ج1، ص200)

حضرت عمر کو اپنے بھائی زید سے اس قدر محبت تھی کہ وہ غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے تو عمر بھر ان کا داغ دل سے نہ مٹا سکے، ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بادِ صبا چلتی ہے تو اس سے مجھے زید کی خوشبو آتی ہے۔ (اسد الغابہ، جلد۲، ص۲۲۹، تذکرہ زید بن خطاب)

ایک روایت میں آپ کا فرمان اس طرح ہے کہ جب بھی ہوا چلتی ہے، میرے بھائی زید بن خطاب کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج5، ص43)

امام حاکم نے اپنی مستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کبھی کوئی مصیبت پیش آتی تو فرماتے: سب سے بڑی مصیبت زید کی جدائی کی تھی، اس کو برداشت کیا اور صبر کیا۔ اب اس سے بڑھ کر کیا مصیبت ہو سکتی ہے؟۔ (المستدرک للحاکم، ج3، ص227)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ عرب کے نامور شاعر مُتمّم بن نویرہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ متمم کا بھائی مالک بن نویرہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔ اس واقعہ نے متمم کو اس قدر صدمہ پہنچایا کہ ہمیشہ اپنے محبوب بھائی کے غم میں رویا کرتے اور مرثیے کہا کرتے تھے۔ جہاں کہیں جاتے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے اور ان سے مرثیے پڑھوا کر سنتے۔ وہ مرثیہ پڑھتے ہوئے خود بھی روتے جاتے اور سننے والوں کو بھی رلاتے جاتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھا تو پوچھا:

”متمم! تم کو اپنے بھائی کی جدائی کا کس قدر غم ہے؟“ عرض کی:

امیر المومنین! ایک عارضے کی وجہ سے میری ایک آنکھ کے آنسو خشک ہو گئے تھے، لیکن بھائی کے غم میں آنسو ایسے جاری ہوئے ہیں کہ آج تک نہیں رکے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ غم کی انتہا ہے۔ کوئی بھی کسی جانے والے کا اتنا غم نہیں کرتا۔

پھر حضرت عمر نے متمم سے ان کے بھائی کے غم میں کہا ہوا کوئی مرثیہ سنانے کی فرمائش کی۔ انھوں نے رقتِ انگیز لہجے میں ایک دل دوز مرثیہ پڑھا جس کے آخر کے شعر یہ تھے:

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جُذَيمَةَ حِقْبَةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتَّىٰ قِيلَ لَنْ نَتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا
لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

ترجمہ: ہم دونوں جذیمہ (بادشاہ) کے دو مُصاحبوں کی طرح ایک مدت تک ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے یہ اب ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ پھر جب ہم جدا ہو گئے تو گویا میں نے اور مالک نے عرصۂ رفاقت کی درازی کے باوجود ایک رات بھی ساتھ نہیں گزاری۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مرثیہ سن کر بہت متاثر ہوئے اور متمم سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر میں ایسا مرثیہ کہہ سکتا تو اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔ متمم نے عرض کی: امیر المومنین! اگر میرا بھائی آپ کے بھائی کی طرح میدانِ جہاد میں شہید ہوا ہوتا تو میں کبھی اشک باری نہ کرتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے جیسے میری تعزیت کی اس سے بہتر تعزیت کبھی کسی نے نہیں کی۔

(تفصیل کے لیے دیکھیں: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 1190/1، طبقات ابن سعد، 1275/3، اسد الغابہ، 229/2، ابن اثیر: 277/2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اپنے بھائی حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت تھی، روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام حبشہ میں انتقال ہوا تو آپ کو وہاں سے لا کر مکہ مکرمہ میں دفن کیا گیا، دورانِ حج جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی قبر پر تشریف لائیں تو فرطِ محبت سے متمم بن نویرہ کے مشہور مرثیے کے وہی اشعار پڑھے:

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جُذَيمَةَ حِقْبَةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتَّىٰ قِيلَ لَنْ نَتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكاً
لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

ترجمہ: اور ہم دونوں ایک مدت تک جذیمہ بادشاہ کے دو ہم نشینوں کی طرح ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ ان میں کبھی جدائی نہ ہوگی۔

لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہیں کی۔

پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں وہاں ہوتی تو آپ کو وہیں دفن کراتی جہاں آپ کا انتقال ہوا اور اگر آپ کی وفات کے وقت میں حاضر ہوتی تو آج آپ کی زیارت کو نہ آتی۔ (أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی زیارۃ القبور للنساء، 3/371، الرقم: 1055، والحاکم فی المستدرک، 3/541، الرقم: 6013، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 3/60)

خلاصہ یہ کہ قرآن و حدیث اور اسلاف کی سیرت کے مطالعے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امن و آشتی، الفت و محبت اور باہمی تعاون کے ساتھ رہنا بھائیوں کی فطرت ہے، اور اس کے خلاف رہنا فطرت سے بغاوت ہے، اور جو اپنی فطرت سے بغاوت کرتے ہیں، تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں کتنے ہی گھر خاندان ایسے ہیں جہاں بھائی بھائی باہم دست و گریباں رہتے ہیں، بھائیوں کی طرح رہنے کی بجائے اجنبیوں کی طرح رہتے ہیں، ایک دوسرے کے حقوق پامال کرتے رہتے ہیں، باہمی نفرت اور بغض و کینہ سے اپنے سینے کی آگ کو دو آتشہ کیے رہتے ہیں، باہمی تعاون کی جگہ نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں، یا بھائیوں کی اقتصادی و سماجی حالت سے بے خبر رہتے ہیں، یا مصیبت کے وقت انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ قرآن و سنت اور اسلاف کی سیرت کے خلاف چل رہے ہیں، بلکہ خود انسانی فطرت سے بغاوت کر رہے ہیں جس کا انجام دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین و صلی اللہ و سلم علی رحمة للعالمين و على آله و صحبه أجمعين.

وفا، خلوص، محبت ہے خون میں شامل
حبیب بھائی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوتا

❋❋

(ص:22 کا بقیہ)۔ یعنی اے گروہِ انصار! تم وہ ہو جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی پھر تمھیں سب سے پہلے اختلاف کرنے والے نہ بنو۔

اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے ساتھ عمر اور ابوعبیدہ ہیں، ان میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو۔ حضرت عمر نے اس پر عرض کیا کہ اے ابوبکر اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت کا ہم دونوں میں سے کوئی اہل نہیں۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے دست مبارک پر بیعت کر لی، انھی جیسے کلمات کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ نے بھی آپ کی بیعت کر لی اور یہ اہم فتنہ دفع ہو گیا۔

ازواج و اولاد: آپ کی اہلیہ کا نام ہند بنت جابر تھا، ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے، ان کا نام یزید اور عمیر تھا لیکن وہ آپ کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔

تقویٰ اور خدا ترسی: حضرت ابوعبیدہ خوش اخلاق، خدا ترس، متبع سنت، زہد و ورع اور تواضع و انکساری کے پیکر تھے، خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ محض معمولی واقعات ان کے لیے درسِ عبرت بن جاتے اور ہر دم خدا کی ہیبت و جلال کے سبب لرزہ بر اندام رہتے۔

فضائل و مناقب: حضرت ابوعبیدہ اولین مسلمانوں میں سے تھے، ان خوش نصیبوں میں آپ کا شمار ہے جنھیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ بیعتِ رضوان اور حجة الوداع میں بھی ہم رکاب تھے، ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ فرمایا: ابوبکر! میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر!، پھر میں نے پوچھا: ان کے بعد کون؟ کہا ابوعبیدہ بن جراح! پھر میں نے پوچھا: پھر کون؟ اس پر سیدہ عائشہ خاموش ہو گئیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے: سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لكل أمة أمين وأمين هذه الأمة أبو عبيدة بن الجراح".

یعنی ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

وصال پر ملال: ۱۸ھ میں اٹھاون برس کی عمر میں طاعون عمواس میں مبتلا ہو کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ حضرت معاذ بن جبل نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔ (اسد الغابہ، الاصابۃ، طبقات ابن ساعد، فتوح البلدان، مسلم، ترمذی، ارشاد الساری وغیرہ۔) ❋❋❋❋❋

مغربی تہذیب

مغربی ادب میں ویئر وولف (آدم بھیڑیا)- حقیقت یا افسانہ

مہتاب پیامی

ہماری یہ تحریر مغربی ادب میں ویئر وولف محض ایک اجمالی جائزہ ہے۔ اس کا محرک چند تصویریں اور کچھ ویڈیوز ہیں جنھیں ہمارے مسلم برادران بلا سوچے سمجھے سوشل میڈیا پر دھڑا دھڑ شیئر اور فارورڈ کیے جا رہے ہیں۔ ان میں ایک ویڈیو میں ایک بچے کے چبائے ہوئے پیر اور اس کے ماں باپ کی چیخ پکار دکھائی دے رہی ہے، صاف لگتا ہے کہ بچے کے پاؤں کو کسی جانور نے چبا لیا ہے۔ دوسری ویڈیو میں ایک بھیڑیا نما انسان کی لاش دکھائی گئی ہے، اور تیسری ویڈیو میں ایک زخمی بھیڑیا نما انسان دکھایا گیا ہے پھر ایک نوٹ لکھ کر عوام کو ڈرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شیئر اور لائک کرنے والے اگر چاہیں تو ذرا سی عقل کا استعمال کرتے ہوئے آسانی سے سمجھ جائیں گے کہ بچے کی ویڈیو حقیقی ہے مگر اسے واقعی کسی درندے نے نشانہ بنایا ہے، جب کہ بقیہ دو ویڈیو کسی "ویئر وولف" فلم کی کلپس ہیں جن کو اس کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔

افسوس تب زیادہ ہوتا ہے جب ہمارے پڑھے لکھے بھائی ایسی باتیں کرتے ہیں اور ساتھ ہی "دوسروں کو تلقین کا فریضہ" بھی انجام دے ڈالتے ہیں۔ اسلام روشن خیالی کا مذہب ہے، کسی قسم کے واہیات خیالات کے لیے اس میں کوئی گنجائش نہیں۔ پڑھے لکھے لوگ تو خیر، جب مدرسوں کے طلبہ اس طرح کے واہموں کے فروغ کا ذریعہ بنتے ہیں تو بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے، اور افسوس اس لیے بھی ہوتا ہے کہ آج کے اس ماڈرن دور میں جب تحقیق کے تمام راستے کھلے ہوئے ہیں، دنیا بھر کی لائبریریوں تک آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے، کسی بھی تصویر کے بارے میں سرچ کیا جا سکتا ہے، بغیر تحقیق ہم کسی بھی افواہ کو آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

مذکورہ تصویریں اور ویڈیوز ایک ہائی ٹیک افواہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ تاریخ انسانی میں کہیں ایسے جانور کا کوئی وجود نہیں، یہ صرف افسانوی داستان ہے جسے یورپ کے تاریک ذہنوں نے گڑھا اور نوآبادیات نے ان کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے مرحوم ابن صفی کی، برِ صغیر ہند و پاک میں ان کے جیسا مقبول ناول نگار آج تک کوئی نہیں ہوا، ان کی یہ خصوصیت ہے کہ انھوں نے اپنے ناولوں میں واہموں کو کوئی مقام نہیں دیا، جو کچھ مافوق الفطرت واقعات بیان کیے ان کی مضبوط سائنسی توجیہ بھی پیش کی۔ یورپ کے ذہنی دیوالیہ پن کو انھوں نے اپنے ایک جملے کے ذریعہ کس قدر واضح کر دیا ہے، وہ دیکھنے کی چیز ہے۔ ابنِ صفی کے بقول ضعیف الاعتقاد تو مغرب ہے، اور اس کے ضعیف الاعتقاد ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل "ویئر وولف" کا تصور ہے۔ ہمارے مشرق میں چڑیلوں اور بھوتوں کا جو تصور ہے اس سے کہیں زیادہ ضعیف الاعتقادی پر مشتمل "ویئر وولف" کا تصور ہے۔ یورپ کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ اس بے بنیاد واہمے کی اندھیری تہوں میں لپٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہم ذیل میں اس ہزار سالہ واہمے کا اجمالی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

ویئر وولف یعنی آدم بھیڑیا:

قدیم لوک داستانوں میں اس کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے، ان داستانوں کے مطابق یہ انسان سے بھیڑیا اور بھیڑیے سے انسانی شکل اختیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس کی یہ صلاحیت پورے چاند کی رات اپنے شباب پر ہوتی ہے۔ "آدم بھیڑیا" کا یوروپی لوک داستانوں میں ایک وسیع تصور موجود ہے، جس کی بہت سی مختلف شکلیں ہیں۔ "ویئر وولف" کا تعلق قرون وسطیٰ کے دور میں گڑھی گئی یورپی لوک داستانوں کی عیسائی تشریحات کے مشترکہ ارتقا سے ہے۔ دنیا بھر میں جب یورپی ممالک نے اپنی نوآبادیاتی کالونیوں کو وسعت دینا شروع کیا تو یہ باطل نظریہ بھی مشرق میں پھیلتا چلا گیا۔ قرون وسطیٰ کے اواخر اور جدید دور کے ابتدائی دور میں ان بھیڑیوں کو چڑیلوں کے متوازی پیش کیا گیا۔ بظاہر اس قیاسی بھیڑیے کا پہلا نظریہ پندرہویں صدی کے اوائل میں سوئٹزرلینڈ میں سامنے آیا اور سولہویں صدی کے اختتام تک پورے یورپ میں پھیل گیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس تصور کی ابتدا دسویں صدی عیسوی میں ہی ہو چکی تھی، البتہ اس کی اتنی شہرت نہیں تھی جتنی پندرہویں صدی میں ہوئی، اس کا ثبوت بعض قدیم افسانوی متون ہیں جو آج بھی دستیاب ہیں اور ان کے

مطالعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس خیالی بھیڑیے کا تصور یورپ میں 17 ویں صدی میں اپنے عروج پر تھا، لیکن یورپ کے نشاۃ ثانیہ یعنی 18 ویں صدی عیسوی میں یہ بالکلیہ ختم ہو گیا، جب کہ یہ حقیقت نہیں ہے، انیسویں اور بیسویں صدی میں بھی یہ نظریہ خال خال علاقوں میں زندہ تھا۔ بیسویں صدی میں اس موضوع پر بہت سے ناول لکھے گئے اور لاتعداد فلمیں بھی بنائی گئیں۔

سولہویں اور سترہویں صدی کے دوران یورپ میں "ویئر وولف فکشن" کا آغاز ہوا۔ اس دوران ویئر وولف سے متعلق لا تعداد کہانیاں گڑھی گئیں اور ویئر وولف کو اس تواتر سے پیش کیا گیا کہ عوام الناس اسے خیالی مخلوق نہ مان کر جیتی جاگتی شکل ماننے لگے۔

"ویئر وولف فکشن" ایک سٹائل کے طور پر قرون وسطی کی رومانیت میں ماقبل جدید کی نظیر ہے اور 18ویں صدی میں "نیم افسانوی" حیثیت کا حامل، حتیٰ کہ بیسویں صدی میں بھی "ویئر وولف" ہارر لٹریچر کا مقبول ترین کردار رہا ہے۔

لفظ "ویئر وولف" قدیم انگریزی لفظ (Werwulf) سے آیا ہے، جو wer یعنی آدمی اور (Wulf) یعنی بھیڑیا کا مرکب ہے۔ قدیم ہائی جرمن زبان میں اس لفظ کی ایک شکل "ویریوولف" پائی جاتی ہے البتہ اس کا تصور قرون وسطی کی جرمن شاعری یا افسانے میں نہیں پایا جاتا۔ جرمن ادب میں اس لفظ نے پندرہویں صدی سے مقبولیت حاصل کی۔ درمیانی لاطینی میں یہ لفظ (Gerulphus)، اینگلو نارمن میں (Wariwulf) اور قدیم نارس میں (Varúlfur) تھا۔ جدید اسکینڈینیوین میں اسے "شام کا بھیڑیا" بھی کہا گیا ہے۔

لائیکن تھروپی (Lycanthropy) کی اصطلاح:

یہ اصطلاح قدیم ترین یونانی لفظ (Lukánthropos) سے ماخوذ ہے اور اس کا استعمال قدیم یونانی ادب میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے؛ اور اگر کہیں اس اصطلاح کا تذکرہ ہے بھی تو صرف کلینکل لائیکن تھروپی (Clinical Lycanthropy) کے طور پر ہے، جسے گیلن نے بیان کیا ہے، اس کے مطابق کلینکل لائیکن تھروپی وہ بیماری ہے جو مریض کے اندر بھیڑیے جیسی بھوک اور دیگر خصوصیات پیدا کر دیتی ہے۔ انگریزی میں یونانی سے ماخوذ لائیکن تھروپی (Lycanthropy) کا استعمال 16ویں صدی کے آخر کی تحریروں میں ہوتا ہے۔ پہلی بار انگریزی میں اس لفظ کا استعمال "ریجینالڈ اسکاٹ" نے 1584 میں اپنی تصنیف "دی ڈسکوری آف وِچ کرافٹ" میں کیا تھا۔ اس کتاب میں "ویئر وولف" کی حقیقت کے خلاف بحث کی گئی ہے۔ مصنف کے نزدیک "لائیکن تھروپی" (Lycanthropy) محض ایک قسم کی بیماری ہے اور یہ کسی حقیقی تبدیلی کا نام نہیں۔ سب سے پہلے واضح طور پر "کلینکل لائیکن تھروپی" لفظ کا استعمال ان مریضوں کے لیے کیا گیا جو پاگل پن کی ایک خاص قسم میں مبتلا ہو کر یہ تصور کرتے تھے کہ وہ بھیڑیا بن گئے ہیں۔ حقیقی طور پر بھیڑیے میں تبدیل ہونے کے لیے اس لفظ کا استعمال بہت بعد میں ہوا۔

یورپ میں پائے جانے والی "ویئر وولف لوک داستان" قرون وسطی میں ایک مشترکہ نظریے کی طرف اشارہ کرتی ہے، جو عیسائیت کے تناظر میں پیدا ہوا، اور مسیحی اصطلاحات میں قبل از مسیحی افسانوں کی متعلقہ تشریح، ان کی بنیادی مشترکہ اصل کا پتہ پروٹو-انڈو-یورپی افسانوں سے لگایا جا سکتا ہے، جہاں جنگجو طبقے کے آغاز کے ایک پہلو کے طور پر لائیکن تھروپی (Lycanthropy) کی تشکیل نو کی جاتی ہے۔ ہند-یورپی افسانوں کے اس پہلو کا معیاری تقابلی جائزہ McCone(1987) کی تحریر میں پیش کیا گیا ہے۔

لائیکن تھروپی کے قدیم افسانوی حوالہ جات:

مردوں کے بھیڑیوں میں تبدیل ہونے کے چند حوالہ جات قدیم یونانی ادب اور افسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ بابائے تاریخ "ہیروڈوٹس" نے اپنی ہسٹریز (تواریخ) میں لکھا ہے کہ "نیوری" نامی ایک قبیلہ کے لوگ ہر سال ایک بار کئی دنوں تک بھیڑیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں پھر ایک معینہ مدت گزر جانے کے بعد انسانی شکل میں واپس آجاتے ہیں۔ اس کہانی کا ذکر "پومپونیس میلا" (Pomponius Mela) نے بھی کیا ہے۔

دوسری صدی قبل مسیح میں، یونانی جغرافیہ دان "پوسانیاس" (Pausanias) نے آرکیڈیا کے بادشاہ "لائکاون" کی کہانی بیان کی ہے، جو بھیڑیا بن گیا تھا کیوں کہ اس نے دیوتا "زیوس لائیکیئس" (Zeus Lycaeus) کی قربان گاہ میں ایک بچہ قربان کر دیا تھا۔

"پوسانیا" (Pausanias) ایک آرکیڈین شخص کی کہانی بھی بیان کرتا ہے جسے Damarchus of Parrhasia کہا جاتا ہے، دیوتا "زیوس لائیکیئس" (Zeus Lycaeus) کے لیے قربان کیے گئے انسانی بچے کی آنتوں کو چکھنے کے بعد بھیڑیا بن گیا تھا۔ وہ 10 سال

بعد انسانی شکل میں واپس آیا ہوا اور پھر اولمپک چیمپئن بن گیا۔ یہ کہانی "پلینی دی ایلڈر" نے بھی سنائی ہے۔

"پلینی دی ایلڈر" اسی طرح لائیکن تھروپی کی ایک اور کہانی سناتا ہے۔ "ایوا تھیس" (Euanthes) کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے ذکر کیا کہ آرکیڈیا (Arcadia) میں، سال میں ایک بار "اینتھس" (Anthus) کے قبیلے سے ایک آدمی کا انتخاب کیا جاتا تھا، چنے ہوئے آدمی کو اس علاقے میں ایک دلدل میں لے جایا جاتا، جہاں اس کے کپڑے شاہ بلوط کے درخت میں لٹکا دیے جاتے اور وہ دلدل میں تیر کر ایک بھیڑیے میں تبدیل ہو جاتا۔ بعد ازاں نو سال تک اسی حال میں رہتا، اگر ان نو سالوں کے دوران وہ انسانی گوشت چکھنے سے اجتناب کرتا تو پھر اسی دلدل میں واپس تیراکی کر کے اپنی سابقہ انسانی شکل کو بحال کر لیتا۔

"ورجل" نے اپنی شاعرانہ تصنیف "ایکلو جیس" (Eclogues) میں "مورس" (Moeris) نامی ایک شخص کے بارے میں لکھا، جس نے اپنے آبائی علاقے "پونٹس" میں چنندہ جڑی بوٹیوں اور زہروں کا استعمال کر کے خود کو بھیڑیے میں تبدیل کر لیا تھا۔

"گیئس پیٹرونیس آربیٹر" (Gaius Petronius Arbiter) نے ۶۰ عیسوی کی اپنی تصنیف "سیٹریکان" (Satyricon) میں ایک کردار "نائکروس" (Niceros) پیش کیا ہے۔ "نائکروس" ایک ضیافت میں اپنے ایک دوست کے بارے میں ایک کہانی سناتا ہے جو بھیڑیا بن گیا تھا۔ وہ اس واقعے کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب میں اپنے دوست کو تلاش کرنے نکلا تو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے کپڑے اتار کر سڑک کے کنارے ڈھیر کر رکھے تھے اور وہ اپنے کپڑوں کے گرد دائرے میں پیشاب کر رہا تھا اور پھر اس کے بعد وہ بھیڑیا بن گیا اور چیختا ہوا جنگل کی طرف فرار ہو گیا۔

ابتدائی عیسائی مصنفین نے بھی اپنی کتابوں میں ایسے بھیڑیوں کا ذکر کیا ہے۔ "دی سٹی آف گاڈ" (The City of God) میں، "آگسٹین" نے "پلینی دی ایلڈر" سے ملتا جلتا ایک واقعہ قلم بند کیا ہے۔ "آگسٹین" کہتا ہے کہ "عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بعض جادوگرنیوں کے ذریعے مرد بھیڑیوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔"

جسمانی میٹامورفوسس، ورسیپلس اور ان لوپم فیوز میوٹم:

جسمانی میٹامورفوسس کا ذکر "کیپچولیٹم ایپسکوپی" (Capitulatum Episcopi) میں کیا گیا تھا، جسے چوتھی صدی میں "کونسل آف اینسیرا" سے منسوب کیا گیا تھا۔

"کیپچولیٹم ایپسکوپی" (Capitulatum Episcopi) میں یہ درج ہے کہ: "جو شخص یہ مانتا ہے کہ کسی بھی چیز کو... کسی دوسری نوع یا مثال میں تبدیل کیا جا سکتا ہے، سوائے خود خدا کے... وہ بلاشبہ کافر ہے۔"

رومن مصنفین نے ویئر وولف کا تذکرہ "ورسیپلس" کے نام سے کیا ہے۔ جب کہ آگسٹین نے ان "ویئر وولف" کے جسمانی میٹامورفوسس کو بیان کرنے کے لیے "ان لوپم فیوز میوٹم" (یعنی بھیڑیے کی شکل میں تبدیل) کا فقرہ استعمال کیا، جو قرون وسطی کے دور میں استعمال ہونے والے فقروں سے ملتا جلتا ہے۔

قرون وسطی کے یورپ میں بھی آدم بھیڑیوں کے بارے میں بڑے پیمانے پر اعتقاد کے ثبوت موجود ہیں۔ یہ ثبوت بر اعظم کے بیشتر حصوں کے ساتھ ساتھ برطانوی جزائر تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرون وسطی کے قانون کے ضابطوں میں بھی بھیڑیوں کا ذکر کیا گیا تھا، "کنگ کنٹ" کے "کلیسیائی آرڈیننس" سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس حکم نامہ کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا تھا کہ "... پاگلوں کی طرح بہادر ویئر وولف بہت زیادہ تباہی نہیں پھیلاتا، اور نہ ہی بہت سے روحانی ریوڑوں کو کاٹتا ہے۔"

"روحانی ریوڑ" مسیحیت کی مخصوص اصطلاح ہے، اس کا مفہوم "روحانی اعتقاد رکھنے والے مذہبی رہنما اور عوام الناس" بتایا جاتا ہے۔ اس لفظ کا تذکرہ عہد نامہ جدید و قدیم میں بہت سے مقامات پر ہے۔

"آگسٹین" کی تحقیقات کا مغربی مسیحیت کی ترقی پر بڑا اثر تھا، اور قرون وسطی کے کلیساؤں نے اسے بڑے پیمانے پر پڑھا تھا اور یہ چرچ والے کبھی کبھار اپنے کاموں میں بھیڑیوں کے بارے میں بات کرتے تھے۔ مشہور مثالوں میں "جیرالڈ آف ویلز کے" "ویئر وولز آف اوسوری" شامل ہیں۔

"گرویس" (Gervase) کے مطابق اس طرح کی تبدیلیوں پر (اس کے یہاں بلیوں اور سانپ بننے والی خواتین کا بھی ذکر ہے) یقین اور اعتماد کا دائرہ پورے یورپ پر محیط تھا۔ "گرویس" ان میٹامورفوسس پر بحث کرتے وقت، جملہ (que ita dinoscuntur) کا استعمال کرتا ہے، جس کا ترجمہ ہے "یہ معلوم ہے"۔ "گرویس" (Gervase) اپنے زمانے میں جرمنی کا مشہور و معروف اسکالر تھا،

اس نے اپنی تحریروں کے ذریعہ اپنے قارئین کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے انسانوں کے بھیڑیوں میں تبدیل ہونے کے نظریے کو آسانی سے مسترد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کے مطابق "...انگلینڈ میں ہم نے اکثر مردوں کو بھیڑیوں میں بدلتے دیکھا ہے۔"

بھیڑیوں اور دیگر انسانی جانوروں کی تبدیلیوں میں وسیع پیمانے پر عقیدے کے مزید ثبوت ایسے عقائد کے خلاف کیے گئے مذہبی حملوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ "کونریڈ آف ہیرساؤ" 11/ویں صدی میں لکھتے ہیں: "وہ (یعنی مذہبی رہنما) ایسی کہانیوں کو پڑھنے سے منع کرتے ہیں جن میں اس طرح کی تبدیلی کا ذکر ہوتا ہے۔" "کونریڈ" خاص طور پر اپنے ٹریکٹ میں "اووڈ" کی کہانیوں کا حوالہ دیتے ہے۔

"میری ڈی فرانس" (Mary De France) کی نظم "بسلاوریٹ" (Bisclavret (c. 1200) ایک اور مثال ہے، جس میں نام نہاد رئیس بسلاوریٹ کو بعض ناگزیر حالات کے سبب ہر ہفتے بھیڑیے میں تبدیل ہونا پڑتا تھا۔ ایک بار اس کی غدار بیوی نے اس کا لباس چرا لیا جو اس کی انسانی شکل کو بحال کرنے کے لیے درکار تھا، تو اس نے اپنی بیوی اور اس کے محبوب پر حملہ کیا۔ جب وہ گرفت میں آیا تو اس نے بادشاہ سے رحم کی درخواست کی اس طرح وہ ان شکاریوں سے بچ گیا جو بادشاہ کے حکم کے مطابق بھیڑیوں کے شکار پر مامور تھے۔ پھر اس کے بعد وہ بادشاہ کے ساتھ چلا گیا۔ عدالت میں اس کا رویہ انتہائی نرم تھا، جب اس کی بیوی اور اس کے نئے شوہر عدالت میں پیش ہوئے، اس حد تک کہ جوڑے پر اس کے نفرت انگیز حملے کو منصفانہ طور پر محرک سمجھا گیا، اور حقیقت سامنے آگئی۔

یہ لائی (نظم کی ایک قسم) دیگر "ویئروولف" کہانیوں میں پائے جانے والے بہت سے موضوعات کی پیروی کرتی ہے، لباس کو ہٹانے اور انسانی گوشت کے استعمال سے باز رہنے کی کوشش "پلینی دی ایلڈر" کے ساتھ ساتھ "گرویس" (Gervase) کی بھی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

گیارہویں صدی میں "ویئروولف" کا تذکرہ:

جرمن لفظ "ویروولف" کو 11/ویں صدی میں "برچارڈ وون ورمز" اور 13/ویں صدی میں ریگنس برگ کے "برٹولڈ" نے پہلی بار استعمال کیا، البتہ قرون وسطی کے کسی بھی جرمن شاعر یا افسانہ نگار نے اس کا استعمال نہیں کیا، "بیرنگ گولڈ" کا کہنا ہے کہ انگلینڈ میں "ویئروولف" کے حوالے نایاب تھے، غالباً اس وجہ سے کہ جرمن "کافرازم" کے "بھیڑیوں" نے جو بھی اہمیت حاصل کی تھی، مسیحی نظریات کے فروغ کے بعد اس سے منسلک عقائد اور طریقوں کو انتہائی کامیابی کے ساتھ دبا دیا گیا تھا۔ آئرلینڈ اور برطانوی جزیروں میں "ویئروولف" کی ایسی مثالیں 9/ویں صدی کے ویلش راہب "نینیئس" کی تحریروں مل سکتی ہیں۔ 12/ویں صدی کی آئرش تحریر "ٹیلز آف دی ایلڈرز" میں خواتین "ویئروولف" بھی نظر آتی ہیں۔

1539ء میں، "مارٹن لوتھر" نے ایک فرضی حکمران کو ظالم سے بدتر بیان کرنے کے لیے "ویئروولف" کی شکل کا استعمال کیا۔

بھیڑیوں سے وابستہ جرمن کافر روایات اسکینڈینیوین وائکنگ دور میں سب سے طویل عرصے تک برقرار رہیں۔ ناروے کے ہیرالڈ I کے پاس (Úlfhednar) (بھیڑیے سے لپٹے [مُردوں]) کا جسم تھا، جس کا ذکر "وینٹس ڈوئیلا ساگا" (Vatnsdœla Saga) "ہیرالڈ سکیوئی" (Haraldskvæði)، اور "وولسنگا ساگا" (Völsunga Saga) میں ملتا ہے، اور کچھ "ویئروولف" کے افسانوں سے ملتا جلتا ہے۔ "اولف ہڈنار" (Úlfhednar) جنگ جوؤں کا بھی تذکرہ ملتا ہے جو ریچھوں کی بجائے بھیڑیوں کی کھال میں ملبوس تھے اور جنگ میں تاثیر کو بڑھانے کے لیے ان جانوروں کی روحوں کو منتقل کرنے کے لیے مشہور تھے۔ یہ جنگجو درد کے خلاف مزاحم تھے اور جنگ میں جنگلی جانوروں کی طرح بری طرح سے مارے گئے تھے۔ "اولف ہڈنار" (Úlfhednar) اور "بر سرکرس" (Berserkers) کا نورس دیوتا "اوڈین" (Odin) سے گہرا تعلق ہے۔

اس دور کی اسکینڈینیوین روایات شاید "روس" تک پھیل گئی ہوں، جس سے سلاویک "ویئروولف" کی کہانیوں کا جنم ہوا ہو گا۔ 11/ویں صدی کے بیلاروسی شہزادہ "ویسلاو آف پولوٹسک" کو ایک "ویئروولف" سمجھا جاتا تھا، جو مافوق الفطرت رفتار سے چلنے کی صلاحیت رکھتا تھا، جیسا کہ "دی ٹیل آف ایگور" کی مہم میں بیان کیا گیا ہے:

شہزدہ "ویسلاو" مُردوں کا فیصلہ کرتا تھا۔ بطور شہزادہ، اس نے شہروں پر حکومت کی لیکن رات کو وہ بھیڑیے کے بھیس میں گھومتا تھا۔ چھلانگ قدمی کرتے ہوئے، وہ کاکس کے عملے سے پہلے، "تموتوروکن" پہنچ گیا۔ ایک بھیڑیے کی طرح گھومتے ہوئے اس نے عظیم سورج کا راستہ عبور کیا۔ **(جاری)**

فکر و نظر

رمضان المبارک اور دینی مدارس

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جون 2022 کا عنوان	جنگ بدر کے مختصر احوال و کوائف
جولائی 2022 کا عنوان	عالمِ عرب میں عظمتِ خواتین کی پامالی

ماہِ رمضان مدارسِ اسلامیہ کی تعمیر و ترقی کا رخ طے کرتا ہے

از: مولانا محمد عابد چشتی

ہندوستانی پس منظر میں مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جب انگریزوں اور اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے اسلامی تشخص اور مذہبی تعلیمات کے خلاف درپردہ سازشیں شروع ہوئیں اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اسے مٹانے کی منظم کوششیں کی جانے لگیں تو اس وقت امت کے باخبر قائدین اور دور اندیش رہنماؤں نے مذہب و ملت کی بقا کے لیے خود مختار مدارس و مکاتب کے قیام کا خاکہ تیار کیا اور اسے ذہن کی سطح سے زمین پر اتارنے کے لیے اپنی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا، سفر کی صعوبتیں اور بھوک پیاس کی شدت برداشت کی اور راحت و سکون کو تج کر دشت و صحرا کی آبلہ پائی کو اپنا مقدر بنا لیا ،دھیرے دھیرے ان کی قربانیاں رنگ لائیں اور ہندوستان کے طول و عرض میں اسلامی مدارس اور مذہبی تعلیم گاہوں کا مبارک اور سنہری سلسلہ دور دور تک پھیل گیا جن کی بوسیدہ عمارتیں اسلام کی انہیں شاہین صفت شخصیات کے صبر و یقین، عزم و حوصلہ اور جہد مسلسل کی ہزاروں داستانوں کی امین ہیں جن کی مضبوط قوت ارادی اور مومنانہ فراست نے مسلم معاشرے کے وجود اور تعصب و تنگ نظری کے ماحول میں اسلامی تشخص کی ڈوبتی نبض کو اپنی زندگی کا آخری قطرہ نچوڑ کر دھڑکنیں عطا کر دیں اور ایمان و یقین کے دھندلاتے ہوئے نقوش دوبارہ سطح حیات پر ابھر آئے۔

یہ ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ مساجد کی رونقیں ہوں یا ممبر و محراب کی عظمتیں، تنظیموں اور تحریکوں کی گرم جوشیاں ہوں یا پھر خانقاہوں کی روحانی بزمیں، مسلم معاشرے میں مذہب و ملت کی جو کچھ رمق اور اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کسی بھی صورت میں دکھائی دے رہے ہیں وہ انہیں مدارس و مکاتب کے مرہون احسان ہیں جو وسائل کی تمام تر بے سرو سامانی اور کسمپرسی کے باوجود اسلامی افکار و نظریات کے احیا میں لگے ہوئے ہیں اور معاشرے میں پنپتی الحادی سوچ اور مادیت کے نشے میں بھکتے ذہنوں کو حقیقت کا عرفان بخش رہے ہیں اور ہندوستان کے تعصب زدہ ملحدانہ فکر و ماحول میں اسلام کی شمع کو تیل فراہم کرنے کا کام کر رہے ہیں۔

مدارس اسلامیہ مسلم معاشرے کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں مگر اہمیت و افادیت کی اس تابناک اور زمینی حقیقت کے باوجود ان مدارس کا وجود جس خستہ حالی کا شکار ہے اس کے تناظر میں خود مسلمانوں کی ذہنیت اور کوتاہ فکری کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، جب کہ دوسری طرف مدارس کے خلاف کیے جانے والے مسلسل پروپیگنڈے، اوچھے اور رکیک حملے اور خطرناک منصوبے ہیں جو صفحہ ہند سے مدارس کی آخری اینٹ کو بھی حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ دشمنان اسلام بہت اچھی طرح اس رمز سے آشنا ہو چکے ہیں کہ اسلامی تہذیب و روایات، دینی تشخص اور توحید و رسالت کے عقیدے پر کاری ضرب لگانے اور اسلام سے مسلم معاشرے کو رشتے اور رہے سہے تعلق کو ختم کرنے کے لیے مدارس و مکاتب

دار العلوم صمدیہ پھپھوند شریف، ضلع اوریا۔abid.chishti@rediffmail.com

پر قدغن لگانا ناگزیر ہے، جس کے بغیر اسلامی روایت اور مذہبی فکر کو مٹانے کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا ہے۔ اب ایسے میں اسلامی مدارس کے احیاو قیام اور ان کے تحفظ و بقا کا احساس مزید بڑھ جاتا ہے جو ہر طرح کے ناساز گار حالات سے جوجھتے ہوئے بھی معاشرے میں دینی روایات اور مذہبی اقدار کا علم بلند کیے ہوئے ہیں اور معاشرے کو اخلاقی گندگیوں سے پاک کر کے اسے اسلامی خطوط پر چلانے کے لیے مسلسل کوشاں ہیں۔

رمضان کا مقدس اور نورانی مہینہ جہاں خیر و برکت کی انگنت سوغات لے کر آتا ہے وہیں پورے ملک کے مدارس اور دینی جامعات کے لیے بھی یہ مہینہ توجہ و امید کا مرکز بنا رہتا ہے، جس کی وجہ صاف ہے کہ اسی ماہ مسلمانوں کے صدقہ و خیرات اور زکات و فطرات کی شکل میں کی جانے والی امداد ہی سال بھر کے لیے ان مدارس کی تعمیر و ترقی اور ان کے عروج و زوال کا رخ طے کرتی ہے۔ کووڈ-19 کے عالمی اور مہلک وبا نے جہاں زندگی کے دیگر پہلوؤں کو متاثر کیا ہے وہیں اسلامی مدارس پر بھی اس وبا کے گہرے اثرات پڑے ہیں جس سے نہ صرف طلبا کی تعلیم بری طرح متاثر ہوئی بلکہ اساتذہ و معلمین کو بھی نہ گفتہ بہ حالات کا سامنا کرنا پڑا اور اس وقت مدارس اپنی بقا کے لیے سخت حالات سے نبرد آزما ہیں۔ وبائی حالات کے تناظر میں مدارس کی خستہ حالی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس وقت مدارس کو اپنی مضبوط شروعات اور دو سالہ خساروں کی تلافی کے لیے پہلے سے زیادہ تعاون کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، اگر بر وقت اس طرف توجہ نہ دی گئی تو بہت سے مدارس اپنا وجود قائم رکھنے میں ناکام ہو سکتے ہیں۔

رمضان کریم میں زکات کا جو نظام قائم ہے اس کے ذریعہ بآسانی مدارس کے گرتے وجود کو سنبھالا جا سکتا ہے، مگر افسوس کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عملی طور پر زکات اور فطرہ کے تئیں لاپرواہی اور مجرمانہ چشم پوشی کے شکار ہیں، مادیت کے غلبے نے زکات جیسے اہم اور مثبت نتائج کے حامل فریضے سے انہیں غافل کر رکھا ہے۔ جنہوں نے عوامی خفتگی سے بچنے کے لیے یہ طریقہ نکال رکھا ہے کہ رمضان کا مقدس مہینہ آتے ہی چند کپڑے اور گھریلو ضرورت کا کچھ سامان غربا میں تقسیم کر کے اپنے سے سبکدوش ہونے اور زکات کی ذمہ داری سے عہدہ بر آ ہونے کی ناکام کوشش کرتے ہیں جو ان کی اصل زکات کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتا ہے اور اس طرح زکات کا بڑا حصہ حرص و ہوس اور مادیت پرستی کی نذر ہو جاتا ہے، مدارس تک نہیں پہنچتا جو انہیں صدقات کے ذریعہ ہی ملت کا کام کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔

ایسے لوگوں کو یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ مدارس کی بنیاد اور اس کے نظام کا قیام بزرگوں کی شبانہ روز کی محنتوں، مشقتوں اور جگر کاوی کا نتیجہ ہے جنہوں نے مادیت کی یلغار اور ملحدوں کی چیرہ دستیوں سے اسلامی معاشرے کے تحفظ کے لیے ان مدارس کا تانا بانا تیار کیا جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ اسلاف اپنی ذمہ کا حق کر کے امت مسلمہ کے لیے رہنما نقوش چھوڑ کر چلے گئے اب اگر ہم اپنی نسلوں تک دین کی خوشبو پہنچانا چاہتے ہیں تو آگے سے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم ان کے منصوبوں کو زوال پذیر نہ ہونے دیں۔ لہٰذا رمضان کے مقدس ماہ میں آگے آئیں اور تحفظ دین کے ان مراکز کے فروغ میں اپنا تعاون پیش کریں۔ ٭٭٭

مدارسِ اسلامیہ اور رمضان

از: مولانا بلال احمد نظامی مندسوری

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے ہم نے پالے ہیں

مدارس اسلامیہ دین و سنیت اور مذہب اسلام کی عظیم درس گاہیں ہیں جو قرآن و حدیث کے علوم و معارف صحابہ، تابعین، سلف صالحین اور بزرگان دین کی تعلیمات و نظریات کو عام کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ مدارس اسلامیہ کے ذریعہ سماج و معاشرے کی اصلاح کا کام ہوتا ہے۔ مدارس اسلامیہ سے ناخواندہ، بے شعور و بے بصیرت کو شعور و بصیرت اور علم و آگہی کی دولت ملتی ہے۔ مدارس کے ذریعہ ظلمت جہل کو دور کر کے نور علم کی روشنی پھیلائی جاتی ہے۔ یہ مدارس ہی ہیں جو امت کا رشتہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مضبوط تر کرتے ہیں۔

مدارس کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ابتدائے اسلام ہی سے وجود مدرسہ نظر آئے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں پہلا دینی مدرسہ وہ مخصوص چبوترہ ہے جس کو عام طور پر "صُفّہ" کہا جاتا ہے اور اس میں نبی ﷺ سے تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیۂ نفس حاصل کرنے والے حضرات ابو ہریرہ، انس بن مالک، کعب بن مالک، ابو ذر اور حذیفہ بن الیمان جیسے جلیل القدر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے، جنھیں

رتلام، مدھیہ پردیش۔ bilalahmad000074@gmail.com

"اصحابِ صُفّہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بعد ازاں حسب ضرورت و مواقع امت نے مدارس قائم کیے۔ اور یہی مدارس امت کو علم و عمل کی غذا فراہم کر کے انھیں استحکام بخشتے رہے۔

جہاں مدارس قائم ہیں اور جہاں مدارس نہیں ہے ان دونوں علاقوں کا آپ جائزہ لیں آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ مدارس کس قدر فوائد و ثمرات کے حامل ہیں، جہاں مدارس قائم ہیں وہاں علم و عمل کی بہاریں ہیں اور جہاں مدارس نہیں ہے یا مدارس سے خوشہ چینی کرنے والے نہیں ہے وہاں دنیا بھر کی خرافاتیں، بدعتیں، مذموم رسمیں اور غیر شرعی امور کی بہتات پائی جاتی ہے۔

دینی مدارس جہاں اسلام کے قلعے، ہدایت کے سرچشمے، دین کی پناہ گاہیں اور اشاعت دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، وہیں یہ دنیا کی سب سے بڑی حقیقی طور پر "این جی اوز" بھی ہیں، جو لاکھوں طلبہ و طالبات کو بلا معاوضہ تعلیم کتاب و سنت کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو رہائش و خوراک اور مفت طبی سہولت بھی فراہم کرتے ہیں۔

ان دینی مدارس و جامعات نے ہر دور میں تمام تر مصائب و مشکلات، پابندیوں اور مخالفتوں کے باوجود کسی نہ کسی صورت اور شکل میں اپنا وجود و مقام اور شناخت و پہچان قائم رکھتے ہوئے اسلام کے تحفظ اور اس کی بقا میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

مدارس کی اہمیت و ضرورت نیز فوائد اخروی کے تعلق سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اگر کسی نے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا تو اسے اس مسجد میں ہر نماز پڑھنے والے کا ثواب ملے گا لیکن اگر وہی شخص دوسری مسجد یا کسی دوسری جگہ نماز پڑھے تو اس کے نماز پڑھنے کا ثواب پہلی مسجد تعمیر کرنے والے کو نہ ملے گا۔ اور اگر کسی نے مدرسے کی تعمیر میں حصہ لیا تو اس مدرسے سے نماز و روزہ، احکام شرع اور علوم دینیہ سیکھ کر جانے والا ہر ایک طالب علم جہاں بھی رہے، جس جگہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور کوئی کار خیر کرے، اس مدرسے کی تعمیر (و ترقی) میں حصہ لینے والا اس طالب علم کے ہر کار خیر کا ثواب پائے گا۔ اور خود اس مدرسے کے اندر اساتذہ و طلبہ یا دیگر حضرات کے تعلّم و تعلیم اور عمل خیر کا ثواب مزید بر آں ہے"۔ (مقالات مصباحی ص 156)

پہلے کے ادوار میں مدارس اور درس گاہیں حکومتی تعاون سے پروان چڑھتے، حکومتیں اور جاگیردار وغیرہ مدارس کی کفالت کرتے لیکن آزادی کے بعد یہ دینی ادارے، ہدایت کے سرچشمے اور فروغ علم کے مراکز مدارس عوامی تعاون سے چلتے ہیں اور عوام ماہ رمضان میں اپنے صدقات و خیرات و عطیات سے ان مراکز علم و روح کا تعاون کر کے اپنے نامہ اعمال میں کئی گنا ثواب کا اضافہ کرواتے ہیں۔

قرآن و احادیث میں رمضان المبارک کی بے شمار فضیلتیں بیان ہوئی ہیں، اس مہینے میں ایک نیکی کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس ماہ مقدسہ میں مسلمانوں کے اوپر اللہ تعالی کی خاص رحمتیں، برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ ماہ صیام رمضان المبارک کی بڑی تعظیم فرماتے، اس میں عبادت و ریاضت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور اس کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے اور ترغیب بھی۔ اللہ کے رسول ﷺ اس ماہ مقدسہ میں صدقہ و خیرات کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے، بلکہ دیگر ماہ کی بہ نسبت اس ماہ میں اس قدر صدقہ و خیرات فرماتے کہ آپ ﷺ کا جذبۂ انفاق اس ماہ میں فزوں تر ہو کر اپنے عروج کو پہنچ جاتا تھا۔

جب یہ بات واضح ہے کہ یہ دینی قلعے، سرچشمہ ہدایت و راست عوامی تعاون سے ہی چلتے ہیں اور تو اہل خیر حضرات، مخیرین اور اصحاب جود و سخا ان مراکز و مدارس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے کر اپنے رب کے حضور سرخرو ہو۔

اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: "بے شک اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا"۔ (سورہ توبہ 120)

ماہ رمضان میں اداروں کے نمائندے مختلف مقامات پر پہنچ کر مساجد میں ادارے کے تعاون کے لیے اعلان کرتے ہیں، ان کے اعلان کا ایک حصہ یہ ہوتا ہے کہ "ہمارے ادارے میں یتیم غریب اور نادار طلبہ زیر تعلیم ہیں۔"

ایسے اعلان سے عوامی ذہن یہ بنتا ہے کہ اداروں میں نادار اور یتیم طلبہ پرورش پاتے ہیں اور یہی لوگ عالم بنتے ہیں حالانکہ بات خلاف حقیقت ہے، اداروں میں ہر قسم کے طلبہ ہوتے ہیں البتہ دو چار فیصد طلبہ اعلان کے مطابق ہوتے ہوں گے۔

اس لیے اہل مدارس کو اس تعلق سے غور و فکر کرنا چاہیے اور اپنے نمائندوں کو تنبیہ کرنا چاہیے کہ اس طرح کے اعلان نہ کریں بلکہ حقیقت کے مطابق اعلان کیا جائے۔

اداروں کے نمائندے بعد اعلان مسجد کے سب سے آخر میں بیٹھ کر تعاون کی اپیل کرتے ہیں، بعض تو دروازے پر بیٹھتے ہیں، یہ طریقہ کار دنیوی فقیروں کا ہوتا ہے، اس طریقہ کار سے تعاون طلب کرنا اداروں نیز علمائے کرام کے وقار کو مجروح کرنا ہے، اس لیے یہاں بھی احتیاط کرتے ہوئے اپنے وقار کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔

افقِ تصوف پر رندانہ مہتاب

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

پیشِ نظر کتاب "رندانہ" مہتاب پیامی کے عارفانہ جام و سبو کی مدہوش کن چھلکتی شراب ہے، ان شعری نغموں میں مے خانہ ہے، ساقی ہے، شراب ہے، جام و مینا ہے، رندِ سالکانہ ہے اور واعظِ محض ہیں، ہم نے شاعر سے دریافت کیا کہ ساقی سے آپ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا، عام طور پر ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور کہیں کہیں رحمۃ للعالمین ﷺ کی من موہنی شخصیت ہے۔

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

ہم آج کی نشست میں عروض اور شاعری کے فکر و فن پر نہیں بلکہ اپنی بساط بھر اشعار کی صوفیانہ معنویت پر مختصر گفتگو کی کوشش کریں گے۔ محب گرامی مہتاب پیامی رموزِ شاعری سے آشنا فنکار شاعر ہیں۔ پڑھنا لکھنا تو ابتدائی مرحلہ ہے، آپ منجھے ہوئے شاعر ہیں۔ آپ کی انفرادیت یہ ہے کہ اپنے ہم عمروں میں مقامِ امتیاز رکھتے ہیں۔ آپ تقدیسی شاعری میں فردِ کامل تصور کیے جاتے ہیں۔حمد، نعت، سانیٹ، ماہیے، ہائیکو، ثلاثی، دوہے، قصیدے، منقبت، چادر، نظم، قطعہ، مثنوی، غزل وغیرہ میں دست ندرت رکھتے ہیں۔ آپ سوچنے سمجھنے میں بہت زیادہ وقت ضائع نہیں کرتے نہ احوال کے تقاضوں اور موسم کی سرشاریوں کا انتظار فرماتے ہیں بلکہ رجحان ہوا تو قلم اٹھایا اور لکھ دیا۔ مبارک پور اور قرب و جوار میں کثیر انجمنیں ہیں، انجمنوں کے ذمہ دار آپ ہی سے کلام لکھوانے کے لیے اخلاقی دباؤ بنائے رہتے ہیں۔ ان ہی کے پر زور تقاضوں پر آپ کثرت سے لکھتے ہیں۔ جہاں تک ہماری معلومات ہے سالانہ کم و بیش پانچ سو کلام تک لکھ لیتے ہیں، خاص بات یہ ہے کہ نثر نگاری میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں، جی ہاں! آپ نظم و نثر میں بڑی فنکاری کے ساتھ یکساں قدرت رکھتے ہیں۔

شعر و سخن میں لفظوں کا بانکپن ہوتا ہے، کمیاب جملوں کو کچھ اس انداز سے مصرعوں میں پروتے ہیں کہ قاری اور سامع کے قلوب مچل اٹھتے ہیں۔ مواقع اور احوال کے تقاضوں کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں، یہ آپ کی فطری شاعری کا کمال ہے، یہ خصائص مطالعہ کی کثرت سے نہیں بلکہ ذوقِ سلیم کی عطا ہوتی ہے، اسلوب بیان میں حیرت انگیز نشیب و فراز ہوتا ہے۔ فکر و معنی کی ندرت دلوں کو موہ لیتی ہے۔ بات کہنے کا ڈھنگ مسحور کن اور حساس ہوتا ہے۔ اشعار کی نغمگی دلوں کے تاروں کو نغمہ ریز کر دیتی ہے۔ شاعری کا کینوس بکھرے ماحول کو بر وقت اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، بعض اشعار اتنے حساس اور چبھتے ہوئے ہوتے ہیں کہ بار بار دہرانے کو جی مچلنے لگتا ہے۔

جوشِ جنوں اور رندانہ لہجہ میں دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ شیریں بیانی، لطافت اور طراوت، باتوں باتوں میں بہت کچھ کہہ کر گزر جاتی ہے۔ اشاروں اور کنایوں میں آپ بہت سے رازوں کو دلوں میں اتار دیتے ہیں۔ شاید گفتگو کچھ طویل ہو رہی ہے، ہمیں مختصر تاثر لکھنا ہے۔

اب کتاب کھولتے ہیں، **"رندانہ"** میں پہلی نظم **"زمزمہ"** ہے، اس کا پہلا بند ملاحظہ فرمائیے۔

ساقی قسیمِ خم ہے زمانے کے واسطے
چاہے مجھے وہ پست کرے چاہے سرفراز
میں ایک ٹک اسی کی طرف دیکھتا رہوں
مر جاؤں بھی تو چشمِ تمنا رہے یہ باز

پہلے شعر میں خود سپردگی دیدنی ہے، بلا شبہہ یہاں ساقی سے مراد دونوں جہاں کے خالق و مالک کی ذاتِ اقدس ہے، حقیقی بندگی یہی ہے جو شاعر کہہ رہا ہے کہ ہم اس کے رحم و کرم کے محتاج ہیں، وہ ہمیں محروم بھی کر سکتا ہے، اور نواز کر سرفراز بھی، اس سے آگے اگر بندہ سوچتا ہے تو وہ طریقت کی راہ میں ہوس کرتا ہے۔ ہر حال میں بندے کو صبر و شکر کی راہِ مستقیم پر رہنا ضروری ہے۔

mubarakmisbahi@gmail.com

دوسرے شعر میں شاعر نے اپنے عقیدے کا اعلان سالکانہ انداز میں کیا ہے۔ میں مسلسل اسی کی طرف دیکھتا رہوں، اس میں اپنے ساقی کریم سے حد درجہ وارفتگی اور شیفتگی ہے۔ اپنے حقیقی ساقی کے تصور میں گم ہوں، ایک لمحے کے لیے بھی دوسرے کا تصور نہیں، آخری مصرع میں اپنے حقیقی عقیدے کا بھی بابانگِ دہل اعلان فرمادیا کہ ہم وہ نہیں کہ مر کر مٹی میں مل جائیں گے، ہم مریں گے ضرور مگر ایک پل کے بعد وہی حیاتِ جاودانی ہے، چشمِ تمنا اس وقت بھی بازیعنی کھلی رہے گی۔ شاعری یہ سالکانہ فکر صرف شاعری نہیں بلکہ ایک مضطرب وجود کی قلبی آرزو ہے۔ ساقی عالم الغیب والشہادۃ ہے، وہ دلوں کی دھڑکنوں پر بھی نظر رکھتا ہے۔

مے کدے کے باسی رندِ خراب نے اپنا تعارف بھی بڑے رندانہ لہجے میں سامنے رکھا ہے۔

کیا پوچھتے ہو تم کہ میں ساکن کہاں کا ہوں
رندِ خراب نام ہے، مسکن ہے مے کدہ
مجھ بے نوا کا دہر میں ساقی ہے سرپرست
مالی ہے وہ، میں پھول ہوں، گلشن ہے مے کدہ

ان رندانہ اشعار میں شاعر صوفیانہ رنگ و آہنگ میں مکمل ڈوبے ہوئے ہیں۔ جذب و سلوک کی راہ میں ایک عارف رندانہ کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ آپ نے اپنا نام "رندِ خراب" بتاکر اپنی عجز و انکساری کا بڑے نپے تلے لفظوں میں مظاہرہ کیا ہے۔ حدیث رسول کریم ﷺ ہے "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّی" یعنی فقر میرا فخر اور فقر مجھ سے ہے۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں: "فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے"۔ فقر کے لغوی معنی احتیاج کے ہیں، عام طور پر اس سے تنگ دستی، مفلسی اور ناداری مراد ہوتی ہے۔ اسلام میں وہ راہ اور روش ہے جو حجابات اٹھا کر بندے کو اللہ تعالیٰ کے دیدار اور وصال سے سرشار کرتی ہے، یہ مقام بلند اور بہت بلند ہے۔ فقر و فخر کے تفصیلی مباحث معارف کی بنیادی کتابوں میں ہیں۔ اکابر صوفیا نے اپنی زندگیاں حیرت انگیز توکلات پر گزار دیں، اصحابِ صفہ کی حیات و کائنات ملاحظہ فرمائیں، وہ ہر نفس صبر و استقلال پیش کرتے، رزق حلال مل جاتا تو ضرورت بھر تناول فرما لیتے، احسان شناسی اور شکرِ الٰہی بجا لاتے، دو ایک درہم بچا کر رکھ لینا ان فقرائے امت کے لیے اپنے حقیقی رزاق پر کامل اعتماد کو متزلزل کر دینے کے مترادف تھا، ان کی مثال پیش کرنے سے زمانہ آج تک قاصر ہے۔ محترم شاعر فرماتے ہیں کہ دنیا میں مجھ بے نوا کا سرپرست ساقی ہے اور لکھتے ہیں کہ مالی ہے وہ، میں پھول ہوں اور میرا گلشن میرا مے کدہ ہے۔

یہ فرما کر تو آپ نے مسئلہ ہی حل فرمادیا۔

ساقی کے ساتھ جس کی وفاداریاں نہ ہوں
اس رندِ کم نصیب کی قسمت خراب ہے

"جس کا کھانا اس کا گانا" تو مشہور مثل ہے، مگر افسوس بعض کم نصیب اپنے حقیقی ساقی ہی سے منھ پھیرے رہتے ہیں۔ شاعر اپنی برہمی کا اظہار کرتے ہیں کہ "اس رندِ کم نصیب کی قسمت خراب ہے"۔

موصوف نے واعظ و شیخ کی بھی جم کر خبر لی ہے۔ ان سے مراد وہ مولوی حضرات ہیں جو عرفان مے کدہ سے سرشار نہیں ہوئے ہیں۔ جنھوں نے صرف کتابیں پڑھی پڑھائی ہیں انھوں نے صرف کتابوں سے پی ہے، صوفیہ کی نگاہوں سے نہیں۔

تو نے پی کتابوں سے میں نے پی نگاہوں سے
فرق ہے بہت واعظ تیرے میرے پینے میں

شریعت میں پانی سے، طریقت میں آنسوؤں سے، حقیقت میں شوق سے اور معرفت میں عشق سے وضو کیا جاتا ہے۔ یہی وہ عارفانہ رموز و اسرار ہیں کہ علما مدارس سے فراغت کے بعد برسوں تک خانقاہوں میں تزکیۂ نفس کرتے تھے۔ باضابطہ وہاں کوٹھریاں ہوتی تھیں، روکھا سوکھا کھلا کر ان سالکانِ طریقت کے دلوں سے زنگ صاف کی جاتی تھی۔

فقیری فقر و فاقہ سے ملتی ہے، ظاہری نگاہ رکھنے والے، لوگ حجتیں کرتے ہیں کہ جسم کو مار کر روح بیدار کرنے میں کیا حکمت ہے کہ یہ لوگ فقیروں کی طرح رہتے ہیں اور بعض اوقات فاقے تک کرتے ہیں، ان کے پیر خوش خوراک ہوتے ہیں اور مرید و سالک لاغر۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف میں اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف اور راز و نیاز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فقر اور فقیری میں منشائے الٰہی شامل ہوتی ہے، فقیری کے دوران مجاہدے کاٹ کر وہ صاحبِ کرامت بنتے ہیں۔

ہمارے روبرو اس وقت "لطائفِ اشرفی" فارسی اور اردو ہے، یہ دراصل قدوۃ الکبریٰ، مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی کے ملفوظات کا علمی اور روحانی خزانہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"(ایک روز) ایک بڑھیا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہوئی، وہ اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لائی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ میں اپنے اس بیٹے کا آپ سے بے حد دلی تعلق محسوس کرتی ہوں۔ میں اسے اپنے حق کی ذمہ داری سے آزاد کرتی ہوں، آپ اسے اللہ تعالیٰ کے لیے قبول فرمائیں۔ شیخ نے اس عورت کی درخواست قبول فرمالی اور لڑکے کو ریاضت اور مجاہدہ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصے بعد وہ بڑھیا اپنے بیٹے کے پاس آئی، دیکھا کہ بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے اور کم کھانے اور جاگنے کے باعث دبلا ہو گیا ہے۔ بیٹے سے مل کر وہ بڑھیا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہاں اس نے ایک طباق دیکھا جو شیخ کے تناول کردہ مرغ کی ہڈیوں سے پُر تھا۔ بڑھیا نے شیخ سے کہا، یاسیدی! آپ تو مرغ تناول فرماتے ہیں اور میرے بیٹے کے لیے صرف جو کی روٹی ہے۔ شیخ نے اپنا ہاتھ ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا: قُمْ بِإِذْنِ اللهِ الَّذِيْ يُحْيِيْ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ۔ یعنی "اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا جو ہڈیوں میں جان ڈالے گا دراں حالے کہ وہ گل سڑ گئی ہوں"۔ اسی وقت مرغ زندہ ہو گیا اور بانگ دینا شروع کر دیا۔ اس کے بعد شیخ نے بڑھیا سے فرمایا کہ جس وقت تیرا فرزند ایسا ہو جائے گا اس وقت جو چاہے گا کھائے گا۔"

(لطائف اشرفی، لطیفہ:36، ص:262)

رند سالک نے اب حضرت واعظ کی مقدس بارگاہ میں کچھ رندانہ وعظ فرمایا ہے، مسئلہ صرف اسی ایک مقام کا نہیں بلکہ جگہ جگہ ان کی خیریت لیتے رہے ہیں۔

واعظ نے مے کدے میں رکھا جس گھڑی قدم
یہ بھی مقام پاک ــــ تھا ناپاک ہو گیا
کچھ یوں اسے اجاڑا کہ ویران کر دیا
آہو تھا کوئی، شیر کی خوراک ــــ ہو گیا

حق یہ ہے کہ شاعر نے یہاں تلمیحات اور اشارات سے کام نہیں لیا بلکہ شاعرانہ فنکاریوں کے ساتھ ببانگِ دہل اپنے طنزیہ لہجے میں سب کچھ کہہ دیا ہے۔ اس شاعرانہ جرأت و ہمت کو ہم بار بار سلام کرتے ہیں۔ بقول شاعر مے خانہ پاک تھا مگر واعظ کے قدم رکھتے ہی ناپاک ہو گیا۔ یہ شاعر نے اپنی بات نہیں کی ہے، اب ہمیں یاد آرہے ہیں صوفیِ کامل حضرت علامہ سید شاہ شرف الدین یحییٰ احمد منیری قدس سرہ العزیز، آپ نے مکتوبات صدی میں تحریر فرمایا ہے۔

علم سوئے در اللہ برد   نہ سوئے نفس و مال و جاہ برد
علم را چوں تو خوانی از بازی   آلت ساز جاہ ازاں سازی

علم تو اللہ تعالیٰ کی طرف رہبری کرتا ہے، نہ یہ کہ نفس، مال اور مرتبے کی طرف۔ اگر علم کو یوں پڑھتے ہو کہ جان مال اور منصب حاصل کرو تو یہ بے کار ہے۔

ان اشعار کے بعد حضرت شیخ یحییٰ منیری لکھتے ہیں:

"اور آج کل اس بلا میں علمائے دنیا مبتلا ہیں "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا" ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہو — اور علمائے آخرت وہ ہیں جن کے حق میں: "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْاَنْبِيَاءِ كَمَا زَهَقَ الشَّرْعُ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَاءِيْلَ" ان کی مثال انبیا کی ہے جیسا کہ شریعت نے فرمایا، میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں۔

علمائے آخرت ان آفات سے پاک ہو گئے ہیں اور پاک ہیں، ان کی صفت یہ ہے جو بیان کی گئی۔" (مکتوبات صدی)

یہ صرف حضرت شیخ یحییٰ منیری ہی کا ارشادِ گرامی نہیں بلکہ امت مسلمہ کے بے شمار اولیائے کرام اور علمائے ربانیین کے ارشادات اس پر شاہد ہیں اور اس کی تائید قرآن عظیم اور احادیث نبویہ سے بھی ہوتی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت یہ نورانی سلسلہ جاری رہے گا۔ ہمارے محترم شاعر نے بھی عرفان و آگہی کے کچھ گھونٹ نوش فرما لیے ہیں۔ آپ نے اپنے اشعار میں واعظِ محض کی توہین نہیں کی بلکہ سب کچھ شریعت و طریقت کی روشنی میں ارشاد فرمایا ہے۔

دوسرے شعر میں شاعر مزید غضب ناک ہو گئے ہیں، کچھ یوں اسے بگاڑا کہ برباد کر دیا، آہو تھا کوئی اور اس ظالم شیر کی خوراک ہو گیا۔ مصرع میں واعظ کو شیر کہہ کر جو طنز کیا گیا ہے اس سے روح تڑپ اٹھتی ہے۔ صوفی کو آہو سے تشبیہ دے کر بھی آپ نے تصوف نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔

آپ نے واعظ پر کثرت سے اشعار کہے ہیں۔

ٹکتا زمیں پہ کیسے کہ واعظ تھا بد زبان
وہ تند خو تھا کر گئی آفت اسے خراب
واعظ شریر ہے کہ تجھے کہتا ہے برا
لیکن ترے کرم پہ ہمارا یقین ہے

....

اک دن مجھے بھی لوگ کہیں رمز آشنا
ساقی! مجھے بھی فہم و فراست کا جام دے

واعظ سے جب ملوں تو پرایار ہوں نہ میں
میری شناخت کے لیے تو اپنا نام دے

عارف رند نے اپنے کریم ساقی سے رمز آشنائی اور فہم و فراست کی بھیک مانگی ہے۔ دوسرے شعر میں اپنی شناخت کے لیے اپنے رحیم ساقی کے نام کی آرزو کی ہے کہ "واعظ سے جب ملوں تو پرایار ہوں نہ میں" ان اشعار میں برجستگی اور روانی دیکھیے، لگتا ہے انتہائی فصیح لہجے میں نثر پڑھ رہے ہیں اور جب معنیٰ پر غور کیجیے،، دونوں جہاں کی نعمتوں کے لیے آہِ سحر گاہی ہے۔

ہم مختصر سے مختصر لکھنا چاہتے ہیں مگر اشعار کی دل کشی دامن چھوڑنا نہیں چاہتی۔

واعظ بھٹک رہا ہے کسی ریگ زار میں
ملتا نہیں ہے شہر ٹھہرنے کے واسطے
دل بیٹھتا ہی جاتا ہے کم بخت کا وہاں
رَستہ نہیں ہے کوئی گزرنے کے واسطے

واعظ کا یہ پریشان حال دیکھ کر اب رند کو ترس آ گیا اور بلا تاخیر نصیحت فرمادی۔

ساقی کو آزما لے کسی ریگ زار میں
واعظ! تری مراد ہے جو کچھ، وہ پائے گا
تیری بھی تشنگی کو بجھائے گا، دیکھنا
نہرِ شراب ریت کے میداں میں لائے گا

شاعر رند کا پھر ایک انوکھا طنز ملاحظہ کیجیے اور سر دھنیے۔

واعظ ہے ایسی گھاس جو چھت پر کبھی اگے
نشو و نما سے قبل ہی لیکن جو خشک ہو
کر لے ہزار بار جتن اپنے مکر سے
ممکن نہیں کہ خاک سے عنبر یا مشک ہو

محترم نے یہاں حضرت واعظ کی اوقات شمس در کف حقیقت کی طرح واضح فرمادی کہ آپ کی حیثیت محض اس خود رو گھاس کی طرح ہے جو بلا ضرورت چھت پر اگ آتی ہے اور نشو و نما سے قبل ہی خشک ہو جاتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ آپ مکر و فریب میں یکتائے روزگار ضرور ہیں مگر کبھی بھی اپنی مکاریوں سے مٹی کو مشک و عنبر نہیں بنا سکتے، یہ سچ اور حق ہے کہ واعظ علمائے سو کے فردِ جلیل ہیں۔ قرآن عظیم میں احسن الخالقین کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

(سورہ فاطر، آیت:28)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو [باعمل] علم والے ہیں۔

جہاں تک مٹی کو کندن بنانے اور خاک سے عنبر و مشک و بنانے کی بے مثال کرامت ہے اس کا ظہور اولیائے کاملین اور علمائے ربانیین سے ہوتا رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ سر دست ہم حضور شیخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ کی صرف ایک کرامت بیان کرتے ہیں:

ایک غریب عورت حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ کی بارگاہ میں آئی اور اپنی مفلسی کی شکایت کی، اس کی بیٹیاں شادی کی عمر کو پہنچ گئی تھیں، لیکن اسباب نہیں تھے۔ باباجی نے اس کی بات سنی اور اس کے لیے دعا فرمائی۔

لیکن وہ عورت آپ سے کچھ لینے کے لیے بضد رہی، آپ نے فرمایا، بی بی! سب خزانے تو اللہ تعالیٰ کے ہیں اس سے مانگو، میں تو خود اس کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں۔ لیکن وہ عورت بولی، آپ اللہ کے نیک بندے ہیں میں آپ کے در سے خالی نہیں جاؤں گی۔ جب اس عورت کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا، اچھا جا اور کوئی مٹی کا ڈھیلا تلاش کر کے لا، وہ عورت مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھا لائی۔ آپ نے تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر مٹی پر دم کیا تو اللہ کی قدرت سے وہ مٹی سونا بن گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سونا اس عورت کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا، لو بی بی! اس سے اپنی بچیوں کی شادی کا بندوبست کرو۔ اس عورت نے شکریہ ادا کیا اور چلی گئی، لیکن سونا بنانے کا نسخہ اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ گھر جا کر اس نے مٹی کے کئی ڈھیلے اکٹھے کیے، سارے گھر کو پاک صاف کیا اور خوشبو سے مہکایا، غسل کر کے صاف ستھرا لباس پہنا اور اپنے عمل میں شدت پیدا کرنے کے لیے اس نے تین کے بجائے تین سو بار سورۂ اخلاص پڑھی اور مٹی پر دم کیا، اس عورت کا خیال تھا کہ آن کی آن میں مٹی، سونے میں بدل جائے گی،

لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔ اس عورت پر جنون کی سی کیفیت سوار ہوگئی۔ وہ بار بار سورہ اخلاص پڑھتی اور مٹی پر دم کرتی لیکن مٹی مٹی ہی رہتی۔ وہ تین دن تک سورہ اخلاص پڑھتی رہی لیکن سب بے سود رہا، آخر وہ مٹی اٹھا کر بابا فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکوہ کرنے کے انداز میں بولی، آپ نے نہ وضو کیا، نہ غسل، نہ ہی خوشبو کا اہتمام کیا بس تین بار سورہ اخلاص پڑھی اور مٹی سونا بن گئی۔ میں نے غسل کیا، خوشبو لگائی، گھر کو پاک صاف کیا اور تین دن سے سورہ اخلاص پڑھ رہی ہوں لیکن مٹی سونا نہیں بنتی، بتائیں میرے عمل میں کیا کمی ہے؟ بابا فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ آپ نے سر جھکا لیا اور بھیگے ہوئے لہجے میں فرمایا: **تیرے عمل میں کوئی کمی نہیں تھی، بس تیرے منہ میں فرید کی زبان نہیں تھی۔**

سبحان اللہ! بے شک یہی وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے جو اللہ کے نزدیک انعام یافتہ قرار پائے۔

اس پس منظر میں ڈوب کر کچھ رندانہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

یہ رند کہہ رہا ہے کہ میری طرف تو دیکھ
دنیا ہے میری تاک میں خنجر لیے ہوئے
ہوگا اب اس کی ذات سے میرا مقابلہ
جاؤں گا میں بھی شیشہ و ساغر لیے ہوئے

رندوں کی بارگاہوں میں مؤدب رہنا چاہیے، بحث و تکرار سے سخت پرہیز کرنا چاہیے، ان کی مبارک زبان سے جو نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے۔ اشعار کی تشریح کے بجائے ہم کچھ رندانہ مسائل انھیں کی زبان میں نقل کرتے ہیں۔

جیسا ہے دور، میں بھی ہوں ویسا ہی ساقیا!
کب کہہ رہا ہوں میں کہ خطاؤں سے پاک ہوں
لیکن جو تیری مے سے ہو غسلِ صحت مرا
ہو پاک میرا جسم، مری جان، میرا خوں

درج ذیل شعر میں رند باکمال کا تیور اپنی آنکھوں سے دیکھیے۔

مجھ کو خودی عزیز ہے، بد ظن ہیں وہ رہیں
محفل میں شیخ جی کی گیا ہوں نہ جاؤں گا

....

باقی نہ رہ سکے گی جہاں میں کسی کی یاد
مرنے کے بعد آئے گی پھر زندگی کی یاد

....

آئے ہیں امتحان کی خاطر جہاں میں سب
آدم کو ورنہ رہنا تھا جنت کی چھاؤں میں

درج بالا اشعار ہم نے کسی تبصرے کے بغیر صرف نقل کیے، سچ اور حق یہ ہے کہ آپ نے سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔

خواجہ حیدر علی آتش شعر و سخن کی معروف شخصیت گزری ہے آپ کی شاعری فکر و فن کی امین اور دلوں کو تڑپا دیتی ہے۔ آپ ان کے درج ذیل اشعار دیکھیے۔

زاہد فریفتہ ہیں مرے نو نہال کے
عاشق بزرگ سب ہیں اسی خُورد سال کے
ہر شب شبِ برات ہے، ہر روز عید ہے
سوتا ہوں ہاتھ گردنِ مِینا میں ڈال کے

تیسرا مصرع "ہر شب شبِ برات ہے ہر روز عید ہے" شہرۂ آفاق اور زبان زد عام و خاص ہے۔ مہتاب پیامی نے بھی اس پر خوب گرہ لگائی ہے۔

کب میرے کدہ! تو مرے پاس آئے گا
مقصد مری حیات کا بس تیری دید ہے
مل جائے تیرا جلوۂ زیبا تو میں کہوں
"ہر شب شبِ برات ہے ہر روز عید ہے"

آخری مصرع کثیر جہتیں رکھتا ہے، ہر قاری اپنے رخ اور مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے، رندِ سالک مہتاب نے اپنے رخ سے معنیٰ آفریں تضمین رقم کی ہے۔ واہ مہتاب واہ! آپ نے اپنی رندانہ شاعری کا حق ادا کر دیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں۔

ساقی تمام روئے زمیں کا ہے بادشاہ
دنیا کو وہ جھکائے گا رندوں کے پاؤں میں
نادان واعظوں کو کرے گا وہی تو زیر
لائے گا سب کو کھینچ کے ساغر کی چھاؤں میں

شاعرِ رند نے اپنے غضب ناک تیور میں للکارا ہے۔

واعظ کے دل میں صرف بدی ہی بدی ہے دوست
کرتا نہیں ہے صلح و صفائی کی بات تک
پائے گا اپنے قول و عمل کا بدل ضرور
پیدا ہے صبح کا تو فنا ہوگارات تک

برہمی کے اظہار کا یہ رخ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

رندوں کی کیا خطا ہے کہ محروم وہ رہیں
دنیا بری ہے واعظِ نادان کے لیے
مجھ سے زیادہ کون پیے گا شرابِ عشق
میں پی رہا ہوں حسن کے عرفان کے لیے

ان مذکورہ اشعار پر ہم کوئی اظہارِ خیال نہیں کرتے، ماشاء اللہ تعالیٰ قارئین خود باذوق اور شعری نزاکتوں سے آشنا ہیں۔

اب ہم رند بردوش چند اشعار پیش کرتے ہیں۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ رندِ صالح کا مقامِ عرفان بہت بلند ہوتا ہے، بظاہر حال دیکھنے میں عجیب سا ہوتا ہے۔ عام طور پر لباس اور وضع قطع سے عقلاے روزگار بے اعتنائی برتتے ہیں۔ ان کا رہن سہن اور اٹھنا بیٹھنا بھی بہ ظاہر قابلِ توجہ نہیں ہوتا، بال بکھرے ہوئے، اور کپڑے پھٹے ہوتے ہیں۔ زمانہ ان کے حقائق کی معرفت نہیں رکھتا مگر ان رندوں کا روحانی مرتبہ آسمان کی بلندیوں سے بھی برتر ہوتا ہے۔ عام طور پر وہ زبان نہیں کھولتے مگر سچی بات یہ ہے کہ جو ان کی زبان سے نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مکمل فرما دیتا ہے۔ معروف بزرگ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یعنی ان کا کہنا اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے بندے کی زبان سے نکلتا ہے

اب ہمیں سرورِ دوعالم ﷺ کی حدیث یاد آرہی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بہت سے پراگندہ بالوں والے، دروازوں سے دھتکارے ہوئے، اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو بلا شبہہ اللہ تعالیٰ اسے پوری فرما دیتا ہے۔“

(مشکوٰۃ المصابیح، باب فضل الفقراء، ص:436، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ)

یہاں پہنچ کر تو رند سالک نے شاعرنہ طرزِ حیات میں رنگ بھر دیا ہے۔

ماں کے شکم میں تو نے ہی صورت بنائی تھی
ساقی بڑے عجیب طریقے سے میں بنا
تخلیق پا رہا تھا میں پوشیدگی میں جب
قالب نہ میرا تجھ سے تھا ہرگز چھپا ہوا
تو نے کیا تھا جو بھی مقرر مرے لیے
وہ سب تری کتاب میں پہلے سا تھا لکھا

اشعار میں سادگی، برجستگی اور روانی دیکھیے۔

آنکھوں میں التجا کا سمندر لیے ہوئے
ہونٹوں پہ اپنی پیاس سجاتے ہوئے چلوں
ہے آرزو کی خود تو رہوں تشنہ لب مگر
دنیا کو جامِ عشق پلاتے ہوئے چلوں

حضرت رابعہ بصریہ بلند مقام عابدہ، زاہدہ اور عارفہ تھیں۔ اخلاص وللّٰہیت کی پیکر تھیں، حیاتِ زریں کا نفس نفس عشق وعرفان سے عبارت تھا، آپ کی بہت سی حیرت انگیز کرامتیں شہرہ آفاق ہیں۔ ہمارے قارئین بہ خوبی جانتے ہیں، ایک سچے بندۂ خدا کی اضطرابی کیفیت رضاے الٰہی کی طلب ہوتی ہے۔ بہت مشہور شعر ہے۔

دوزخ میں پھینک یا مجھے جنت میں ڈال دے
جلوہ دکھا کے تو مری حسرت نکال دے

موصوف نے بھی عارفہ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کے اسی زندہ جاوید نظریے کو منظوم فرمایا ہے۔ منظوم حکایت نگاری انتہائی مشکل فن ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس فن میں بھی آپ کو حیرت انگیز قدرت عطا فرمائی ہے، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ ابتدائی منظر کشی میں یہ شعر دیکھیے۔

اس کے اک ہاتھ پہ تھا آگ کا برتن رکھا
دوسرے ہاتھ میں پانی سے بھرا لوٹا تھا

دو اشعار کے بعد فرماتے ہیں۔

رابعہ! قصد کہاں کا ہے، سناؤ ہم کو؟
آب و آتش میں ہے کیا راز بتاؤ ہم کو؟

دو اشعار کے بعد۔

یہ تمنا ہے کہ جنت کو جلا ڈالوں میں
اور پانی سے جہنم کو بجھا ڈالوں میں

آگے نظم نگار رابعہ بصریہ کی صوفیانہ نصیحتوں کو بڑے موثر اور دل نشیں انداز میں پیش فرماتے ہیں۔

خوف دوزخ کا نہ ہو اور نہ جنت کی ہوس
اس طرح لوگ عبادت کریں اللہ کی بس
اور فرمایا ، اگر خوف خدا ہو تم کو
یا جزا چاہتے ہو رب سے تو پھر اے لوگو
پاس آؤ کہ حقیقت میں بتاؤں تم کو
ایسا کرتے ہو اگر تم تو ہو منکر سن لو
صدق واخلاص کا، الفت کا، محبت کا فقط
عبد و معبود میں ناتا ہے عبادت کا فقط

بہر کیف ''رندانہ'' شاعر رند کی فہم و بصیرت سے لبریز مرقعِ جمیل ہے۔ انداز رندانہ ہے مگر معنویت عارفانہ ہے۔ موصوف کو شعر گوئی کا بھر پور حق حاصل ہے، جہاں تک ہماری معلومات ہے، مبارک پور اور قرب و جوار میں آپ کا کوئی ہم عمر ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ عروض کے ماہر استاذ ہیں اور زبان و بیان پر مضبوط گرفت رکھتے ہیں، لفظوں کے انتخاب میں بڑی زیرکی رکھتے ہیں، خیالات میں ندرت اور مضامین میں جدت رکھتے ہیں۔ بحرِ افکار کی تہوں سے درخشاں ہیرے نکالتے ہیں، خوب صورت بندشوں کے برمحل رکھنے سے معانی کے چہرے نکھارتے ہیں۔ آپ درویشانہ رنگ و ڈھنگ میں اپنے اصولوں کے سخت پابند ہیں، جود و سخا، صدق گوئی اور حق نگاری آپ کی شناخت ہے۔ رواں دواں اور پرکشش طرزِ بیان ہے۔ بلا خوف لومت لائم حق نگاری کا فن خوب رکھتے ہیں، افکار میں دراکی اور دور اندیشی ہے، لہجے کا بانکپن قاری کے دل پر دستک دیتا ہے۔ ''از دل ریزد بر دل خیزد'' والا معاملہ ہے۔ رب قدیر آپ کو نثر و نظم کی آبداریوں سے مزید سرشار فرمائے۔ پیش نظر ''**رندانہ**'' کو مقبولیت کے بامِ عروج پر پہنچائے۔ آپ اسی طرح راہِ سلوک پر چلتے رہے تو ایک دن عارفِ کامل بھی ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مہتاب پیامی پاک باز اور دین دار شخصیت ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین وسنیت اور علم و ہنر کی بڑی صلاحیتوں سے آراستہ فرمایا ہے، نثر و نظم میں انفرادیت رکھتے ہیں، معمولات حیات میں سچ اور حق ہمیشہ نظر میں رکھتے ہیں، وقت کے پابند اور وعدے کے پکے ہیں، ہندی، انگریزی اور فارسی جانتے ہیں مگر اردو نثر نگاری اور نظم گوئی میں اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں، لفظوں کے املا میں جدید قدیم پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، اس فن میں بھی یدِ طولیٰ حاصل ہے کہ کون سا شعر کن لفظوں اور کس انداز میں پیش کیا جائے تو لطف سماعت کے ساتھ زیادہ معنیٰ آفریں ہوگا، بہت سے گوشے ہماری نگاہوں میں ہیں مگر بر وقت ان کی تفصیل غیر مناسب ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں۔

ہم نے ''**رندانہ**'' کا مطالعہ انوارِ تصوف کی مدھم روشنی میں کرنے کی یک گونہ کوشش کی ہے، حالاں کہ ہمیں صوفیانہ راز داریوں سے اپنی لاعلمی کا بہ خوبی احساس ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب دانائے غیوب کا فیض عطا فرمائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور ہاں آج گیارہویں شریف ہے، سیدنا غوثِ اعظم محبوب سبحانی شاہ عبد القادر جیلانی بغدادی قدس سرہ العزیز غوثیتِ کبریٰ کے مقامِ رفیع پر فائز ہیں، آپ کے بلند ترین روحانی مقام سے عرش تا فرش اہلِ دل بس کسی حد تک آشنا ہیں۔ قصیدہ غوثیہ کے تین اشعار کے ترجے پر اکتفا کرتے ہیں:

(1) عشق و محبت نے عشق کے پیالے پلائے
(2) پس میں نے اپنی شرابِ معرفت سے کہا کہ میری طرف آ۔
(3) پیالوں میں ''بھری ہوئی'' وہ شراب میری طرف دوڑی۔
(4) پس میں اپنے احباب کے درمیان نشۂ شراب سے مست ہو گیا۔

رندانہ میں سرکار غوثِ اعظم اور صوفیاے کرام کی شرابِ معرفت کی جھلکیاں جگ ظاہر ہیں۔ شاعر رند بلا نوش تمام بزرگوں سے حد درجہ متاثر ہیں، تارکِ سلطنت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی مقدس بارگاہ میں اکثر حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں ان ہی سے استغاثے کے شعر پر قلم رکھتے ہیں۔

اے اشرفِ زمانہ زمانے مدد نما
درہائے بستہ راز کلیدِ کرم کشا

***

تاثر گرامی

رباعیاتِ نور اور مدحت کی کہکشاں

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے مدیرِ اعلیٰ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب کے توسط سے محترم سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی حفظہ اللہ تعالیٰ کے دو شعری مجموعے ”رباعیاتِ نور“ اور ”مدحت کی کہکشاں“ موصول ہوئے۔

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ موصوف کا کلام ان جملہ صفات کا حامل ہے جن کا ذکر نیازؔ فتح پوری نے اپنے معروف ماہنامہ ”نگار“ میں کیا ہے۔ یعنی اچھا شعر وہ ہے جس میں زبان و بیان کی خوبی ہو، فکر وخیال میں ندرت ہو، لغات و محاورات کا صحیح استعمال کیا گیا ہو اور جس میں فن شاعری کے اصول و قواعد کا پاس و لحاظ ہو۔

اور بالائے خوشی یہ کہ آج بھی بعض خانقاہوں میں خاص طور پر آستانۂ عالیہ نوابیہ قاضی پور شریف میں اپنے اسلاف کے علوم و معارف کے وارث موجود ہیں جو اپنی پند و موعظت سے خلقِ خدا کے قلوب کی تطہیر کر رہے ہیں اور اشعار کے ذریعے اپنی کیفیات دروں کا اظہار کر کے تسکینِ نفس کا سامان فراہم کرتے ہیں، وہ ابلاغ و ترسیل کی صورت ہے، یہ انکسار و انقیاد کی حالت شاعر نے ”رباعیات“ میں تقریباً اُن تمام اوزان کا احاطہ کیا ہے جسے اہلِ عروض نے ”مفعول“ اور ”مفعولن“ کے مجموعی ۲۴؍ اوزان میں درج کیا ہے، ان میں کئی اوزان ایسے ہیں جن کی صوتی ہم آہنگی ہندوستانی طبائع اور مذاقِ شعری سے زیادہ میل نہیں کھاتی بلکہ کسی قدر تکلف کا علاقہ رکھتی ہے، جب تک شاعر کو اس فن پر کامل عبور نہ ہو ان مشکل اوزان میں شعر کہنا مشکل ہوتا ہے، ایسے دشوار گزار مرحلے سے حضرتِ نورؔ آسانی سے گزرتے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح ”مدحت کی کہکشاں“ میں متداول اوزان کے ساتھ بعض رعایتی اوزان کا اجتماع دیکھا گیا ہے اس سے واضح ہے کہ شعر کو فن شاعری کے مالہ وماعلیہ پر عبور تام ہے۔ مثلاً:

وہ بامِ فلک نہیں ہے جس میں
مدحت کی کہکشاں نہیں ہے
اے شہرِ رسول کی ہوا، آ
سر تا پا انتظار ہیں ہم
جو شاہِ اُمم کے ہیں فدائی
اے نورؔ اُن پر نثار ہیں ہم

یہ نعتیہ اشعار بحرِ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف میں ہیں اور تینوں اشعار کے مصاریع اولیٰ مفعول، مفاعلن، فعولن سے تقطیع ہوتے ہیں لیکن ان تینوں اشعار کے مصاریع اُخریٰ مفعولن فاعلن، فعولن کے وزن پر ہیں اور یہ اجتماع بالاتفاق جائز ہے۔ ایک فاضل مضمون نگار نے ”ایک اور بحر کا اختلاط جائز ہے“ لکھا ہے یہ تسامح ہے مفعولن، فاعلن، فعولن اسی مفعول مفاعلن فعولن کی فرع یا اس کا رعایتی وزن ہے۔ اس کو عام فہم زبان میں یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ”مفعول“ کے ”ل“ کے پیش کو اگلے ”مفاعلن“ کی ”م“ میں پیوست کر دیجیے اب ”مفعولُ“ ”مفعولم“ ہو گیا جس کا عروضی وزن ”مفعولن“ ہے اور ”مفاعلن“ ہو گیا۔ شاعر نے اس رعایتی وزن سے فائدہ اٹھایا ہے۔

جہاں تک کلام کے عارف و معارف کا تعلق ہے، یہ اُن جذبات و احساسات کا بدیہی نتیجہ ہیں جو آفرینندۂ عالم جل جلالہٗ کے سب سے برگزیدہ عبد و رسول حضرت ختمی مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولادِ امجاد کا حصۂ خاص ہیں۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

شررؔ مصباحی/5؍فروری 2022

❋❋❋❋

یادش بخیر

علامہ ارشد القادری کا ایک مکتوب

مبارک حسین مصباحی

گرامی وقار ڈاکٹر خوشتر نورانی زید مجدکم! تسلیمات

مزاجِ گرامی! آپ کی تدوین کا شاہکار ”بریدِ مشرق“ نے دل و دماغ معطر کیے، آپ نے اپنے داداجان علامہ ارشد القادری کے پوتے ہونے کا بڑی حد تک حق ادا فرمادیا، اللّٰھم زد فزد۔

یہ ایک سچائی ہے کہ ہمارے بزرگ حضرت علامہ ارشد القادری اوصاف وکمالات کے ایک جہان تھے، مسئلہ صرف ہند اور برصغیر کا نہیں بلکہ آپ کی نگاہ دنیا کے بیش تر ممالک پر رہتی تھی، ملکی اور عالمی مد و جزر، وہاں کے ذمہ داروں سے رابطہ کرنا، ان مقامات کا ہنگامی سفر کرنا، اسلام اور مسلمانوں کے مسائل باریک بینی سے محسوس کرنا اور ان میں دین وسنیت کے فروغ کے لیے منصوبے بنانا، پھر انھیں عملی طور پر زمین پر اتارنا، یہ آپ کے حساس اور متوازن شخصیت کی انفرادیت تھی۔ کسی تحریک اور ادارے کا سوچ لینا تو آسان ہے مگر اسے عملی کارگزاریوں سے منزل تک پہنچانا آسمان سے ستارے توڑنے کے مترادف ہے۔ آپ نے ملکی اور عالمی سطح پر ادارے قائم کیے اور تحریکیں شروع فرمائیں، اہلِ سنت کے دیگر اداروں اور تحریکوں کے لیے بھی تاریخ ساز کارنامے انجام دیے۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں، آپ فکر و دانش کے بھی شہنشاہ تھے اور زبان وقلم کے تاجدار بھی۔ کس کو کب کہاں اور کیا لکھنا چاہیے، یہ آپ کے حساس خطوط سے ابھرتے سورج کی طرح روشن ہے۔ یکے بعد دیگرے بس پڑھتے جائیے، ہر مکتوب دوسرے مکتوب کو پڑھنے کے لیے مجبور کرتا ہے، آپ کے مکتوبات میں لفظوں کا بانکپن بھی ہے اور افکار و معانی کے موجزن سمندر بھی۔ مسئلہ صرف مدح سرائی اور حوصلہ افزائی کا نہیں بلکہ بعض مقامات پر آپ نے مکتوب الیہ کی خبر بھی اس نازک انداز سے لی ہے کہ اسے بس مکتوب الیہ کا دل ہی محسوس کر سکتا ہے۔

آپ نے جان دار مقدمہ، معلومات افزا حواشی، مکتوب الیہ کے احوال اور دل کش اشارے پیش کیے ہیں، حق یہ ہے کہ آپ اپنے داداجان کے فکر وقلم کے بھی وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔

جی معاف کیجیے گا، ہمیں علم تو ہو گیا تھا کہ آپ مکتوبات مرتب فرمارہے ہیں، مگر ”برید مشرق“ کی زیارت کے بعد ایک مکتوب ہمارے نام ”ماہ نامہ اشرفیہ“ (مارچ 1991ء) میں مطبوعہ دستیاب ہوا، یہ مکتوب پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ خیر جو ہوا، مکتوب گرامی حاضرِ خدمت ہے۔

علامہ ارشد القادری کا مکتوب جو بریدِ مشرق میں شامل نہیں ہوسکا، ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

محترمی حضرت مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی
مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور۔۔۔السلام علیکم

حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان پر ایک طویل مضمون میں نے حضرت سربراہِ اعلیٰ صاحب کے ذریعہ آپ کے پاس بھیجا تھا، وہ آپ کو ملا ہوگا۔

ادارۂ تحقیقات کی طرف سے شائع شدہ مجلہ فیض العلوم کے طلبہ کے ذریعہ دستیاب ہوا۔ اس کے مطالعہ سے بے پایاں مسرت حاصل ہوئی۔ بڑے سلیقے سے آپ نے مضامین کو سجایا ہے۔ خدا آپ کے قلم کو نظرِ بد سے بچائے، بہت کم عرصے میں آپ کے اندر صحافت کی وہ ساری خوبیاں جمع ہوگئی ہیں جو ایک پختہ کار صاحبِ قلم میں ہوتی ہیں۔ اشرفیہ میں روز و شب کے کوائف اور واردین وصادرین کی تفصیلات کا حصہ بڑھائیے۔

بابری مسجد کی منتقلی کے سوال پر ایک تفصیلی مضمون اشرفیہ کے لیے بھیج رہا ہوں، اسے قریبی اشاعتوں میں شریک کر لیں۔ کیوں یہ وقت کا ایک اہم ترین مسئلہ بن گیا ہے۔

اساتذہ واحباب کو سلام ومسنون ودعاے شمون۔

ارشد القادری، فیض العلوم، جمشید پور

ہمارے محسن وکرم فرما کا یہ بیش قیمت نذرانہ ہماری ادارت کے قریب ایک برس بعد نظر نواز ہوا، ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ توان پر رحمت وغفران کے مسلسل بادل برسائے۔ آمین۔

بھائی باقی حالات اچھے ہیں۔ دعاؤں کا طالب

از: مبارک حسین مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

14/ مارچ 2022

***

نقد و نظر

فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو: ایک مطالعہ

تبصرہ نگار: وزیر احمد مصباحی (بانکا)

کہتے ہیں کہ علم و ادب اور فکر و فن کے دیپ کہیں بھی روشن ہو سکتے ہیں، اس پر کسی علاقہ یا مخصوص خطے کی حکمرانی نہیں اور نہ ہی کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ چیزیں میری جاگیر ہیں۔ بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ کسی غریب نے اگر شعور و آگہی سے دامنِ دل کو بھرنے کا کام کیا ہے تو وہ زمانے بھر میں آفتابِ علم و حکمت بن کر چمکا ہے اور اپنی دودھیا روشنی کی بدولت فکر و نظر سے عاری آبادی کو بھی منور کرنے کا کام بخوبی انجام دیا ہے۔

اب اس حقیقت کی روشنی میں اگر ہم خطۂ سیمانچل، بہار کا جائزہ لیتے ہیں تو رئیس القلم، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا یہ قول میزانِ عدل کی کسوٹی پر جا بہ صداقت سے خوب مزین نظر آتا ہے کہ:

"علم و فن کی پوٹلی اٹھانے والا جب بہار سے گزر رہا تھا تو اس کی ایک بڑی مقدار اور بھاری حصہ علاقۂ بائسی [پورنیہ] میں گرا چکا تھا"

میں سمجھتا ہوں کہ میری ہی طرح اور بھی دیگر افراد مذکورہ حقیقت پہ ایمان لانے میں جھجک محسوس نہیں کریں گے۔ خصوصاً اہل علم حضرات صوبۂ بہار [انڈیا] کے خطۂ سیمانچل کی علمی، فکری اور نظری زرخیزی سے خوب واقف ہیں۔ اس دھرتی کے اہم سپوتوں میں ملا محب اللہ بہاری، علامہ ظفر الدین بہاری اور سید شہباز محمد بھاگلپوری وغیرہ کئی ایک عبقری شخصیات شمار میں آتے ہیں جن کی علمی، ادبی اور فکری و نظری خدمات کا ایک زمانہ معترف رہا ہے اور آج بھی آنے والی نسلیں اسلاف کی انہی روش پہ گامزن ہیں۔

اس وقت راقم الحروف کے مطالعاتی میز پر بنام "فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو" ایک ایسی ہی کتاب موجود ہے جس کے توسط خطۂ سیمانچل سے تعلق رکھنے والے ہمارے دیرینہ خیر خواہ مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی [صدر مفتی: نوری دار الافتا سنی جامع مسجد، کوٹ گیٹ و شیخ الحدیث و صدر شعبۂ افتا و تحقیق: جامعہ رضویہ کلیان تھانے مہاراشٹر، انڈیا] نے اسلاف کی علمی و ادبی میراث کو آگے بڑھا کر اپنی علم دوستی کی سنہری مثال قائم کی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ نئے اور انوکھے موضوعات پہ خامہ فرسائی کرنے میں موصوف بڑی دلچسپی و انہماک کا مظاہرہ کرتے ہیں، خاموش طبیعت کے ہمراہ نام و نمود سے دور رہ کر فکر و نظر کے جدید در وا کرنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ حضرت موصوف سے میری شناسائی غالباً تین/چار سالہ پرانی ہے، مگر روبرو ملاقات کا شرف امسال جنوری میں عرس عزیزی کے پر بہار موقع پر پہلی دفعہ میسر آیا، اسی لمحے سنجیدگی کے ساتھ علم و ہنر سے آشنائی کا جذبہ اور ان کے اندر مزید علمی فتوحات سر کرنے کے دھن و طمطراق کو دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ میں کہیں نہ کہیں اس قضیہ پر "ذوقِ عمل ہو تو فرسودہ زنجیریں خود کٹ جاتی ہیں اور یقین کی ایڑیوں سے زم زم کا چشمہ ابل جاتا ہے" ایمان لے آیا ہوں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بڑی علمی و فکری صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ دل میں صلاح و فلاح کا جذبۂ جنوں خیز رکھتے ہیں، سیمیناروں کے لیے مقالے لکھنا، ہر ہفتہ اخبارات کے لیے فقہی صحافت اور امت مسلمہ کی دینی رہنمائی کے جذبے میں فتاویٰ لکھنا، نادر و نایاب موضوعات پر کتابیں ترتیب دینا، عوام و خواص کو علم کی نئی شاہراہ سے متعارف کروانا، شیخ الحدیث کی ذمہ داری کے ساتھ دار الافتا کا فریضہ انجام دینا اور مختلف رسائل و جرائد کے ادارت کی باگ ڈور سنبھال کر اہل علم سے مضامین و مقالات اصول کرنے کے ساتھ خود بھی ان رسائل کا خاطر خواہ پیٹ بھرنے میں دست تعاون دراز کرنا وغیرہ، آپ کے محبوب مشغلے ہیں کہ ___

خدا ترے جنوں کا سلسلہ دراز کرے

جی ہاں! امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی تیس ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ مایہ ناز فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ شریف" محض سوال و جواب کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ یہ اپنے اندر علم و ادب اور صالح فکر و نظر کی ایک وسیع ترین دنیا آباد کیے ہوا ہے۔ فقہ و فتاویٰ کی قالب میں 14، ویں

صدی کے اس یگانہ روزگار محقق نے اپنی خداداد صلاحیت کی بدولت علم کے وہ دریا رواں کر دیے ہیں کہ یہاں علم و ادب کے متلاشیوں نے جیسی غوطہ زنی کی انھوں نے علمی صدف تک رسائی پانے میں ویسی ہی ظفریابی حاصل کی، قسمت کی تاراجی تو صرف ان کے حصے میں آئی جو ساحل سمندر پر موجوں کے سر پٹکنے کا تماشہ دیکھنے کے ساتھ اپنے آپ کو فروغ رضویات کا تیس مار خان سمجھتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز 55 سے زائد علوم و فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے، بلکہ بہت سے فنون میں آپ کو موجد ہونے کا بھی درجہ حاصل ہے۔ فتاویٰ رضویہ شریف کے مطالعہ کے بعد واقعی اس پر یقین کرنا پڑتا ہے کہ آپ علم وفن کے ماہر اسکالر تھے، پوری زندگی علمی و فکری گتھیوں کو سلجھانے میں صرف کر دیں، عشق رسول کے وہ ایسے متوالے تھے کہ اہل زمانہ نے کھلی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا، غیروں نے بھی اعتراف کیا اور اصلاح امت کا عظیم بیڑا اٹھائے بغیر کسی لڑکھڑاہٹ کے پوری زندگی چلتے رہے۔ مرتب موصوف لکھتے ہیں:

”فتاویٰ رضویہ شریف بلا شبہ چودھویں صدی ہجری کے یگانہ روزگار محقق و محدث، بے مثال مفسر، بے بدل مجتہد اور بے نظیر مفتی، امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری بریلوی کی عظیم فقہی یادگار ہے جو فقہ و فتاویٰ کا مستند ذخیرہ، قدیم وجدید علوم وفنون کا بیش بہا خزانہ اور فقہ حنفی کے احکام و مسائل کا اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے، فتاویٰ رضویہ اعلیٰ حضرت کی رضوی تحقیقات کا دلکش مجموعہ ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ فتاویٰ رضویہ قدیم وجدید احکام و مسائل کا وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے کہ جو جس قدر اس میں غواصی کرلے جائے وہ اتنا ہی علوم وفنون کے چنندہ سیپ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا۔“[ص:30]

آپ کو بتا دیں کہ زیر نظر کتاب ”فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو“ اولاً کتابی شکل میں منظر عام پر لانے کی غرض سے نہیں لکھی گئی تھی، بلکہ مرتب موصوف نے امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے جشن صد سالہ کے موقع پر 29، 30 دسمبر 2018ء/ بروز سنیچر، اتوار اتر دیناج پور بنگال میں بنام ”امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس“ منعقدہ سیمینار کے لیے ”امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ“ کے زیر عنوان ایک طویل مقالہ قلمبند کیا تھا جو بعد میں احباب کی مسلسل فرمائش اور افادۂ عام کے جذبے میں "فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو" کے نام سے شائع کیا گیا۔

بلا شبہ: صاحب کتاب نے اپنی اس گراں قدر کوشش کی آڑ میں امت مسلمہ خصوصاً نوجوان نسل کو علمی و ادبی عظمت رفتہ کی بازیافت کا شعور اور ان کے دلوں کو اسلاف شناسی کے حوصلہ بخش نور سے منور کرنے کا کام کیا ہے۔ آج جب کہ دن بدن الم غلم لکھنے اور رضویات کے فروغ کا ڈھنڈورا پیٹ کر مفاد کی روٹی سینکنے والوں کی بھیڑ مسلسل بڑھتی چلی جا رہی ہے، آپ نے خاموشی کے ساتھ رضویات کے اہم گوشہ پر قلم اٹھا کر اہل علم و ادب سے اپنی رضا شناسی پہ محضرِ شہادت لکھوانے کا کام اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ____

زیب دیتا ہے انھیں جس قدر اچھا کہیے

فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے اس عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا سے آپ نے بضاعت علمی و دقت نظری کی جلو میں انہی 92 مسائل کا ذکر کیا ہے جو سماج و معاشرے کی صلاح و فلاح کی رو سے آپ کے نزدیک بہت اہم ہیں۔ یہ تو بالکل ہی نا قابل انکار حقیقت ہے کہ فتاوی رضویہ اصلاحِ امت کے جذبے ہی میں وجود پذیر ہوا ہے، مگر یہاں مرتب موصوف نے مسائل کے انتخاب میں روز مرہ کے حالات و معمولات کی بھرپور رعایت کی ہے، یعنی جن مسائل سے عوام و خواص کا بہت زیادہ سابقہ ہوتا ہے اور لوگ اٹھتے بیٹھتے ان سے دو چار ہوتے رہتے ہیں، وہی مسائل شامل اشاعت ہوئے ہیں۔ پھر مرتب نے خوفِ ضخامت اور سہل پسند قارئین کی نرم گرم طبیعت کے پیش نظر محض 92 مسائل کو ہی موضوع سخن بنایا ہے۔ کتاب کی اہمیت اس جہت سے مزید بڑھ جاتی ہے کہ ہر مسئلے کی ابتدا میں بطور تفہیم مرتب نے بڑی جامع گفتگو کی ہے۔ آیات کریمہ، احادیث نبویہ ﷺ اور آثارِ سلف وخلف کی روشنی میں بات رکھنے کا ہنر بہت عمدہ ہے۔ البتہ کہیں کہیں زیر بحث مسئلہ کے استدلال میں پیش کردہ حدیث کا حوالہ موجود نہیں ہے، صرف عربی عبارت یا اردو ترجمہ پر ہی اکتفا کر لیا گیا ہے۔ یقیناً اس امر کی کمی ایک طرح سے اہل علم و ادب کے درون خلش پیدا کرتی ہے، کسی حد تک تشنگی کا احساس باقی رہ جاتا ہے اور کتاب میں موجود محققانہ اسلوب کا رنگ مدھم سا ہو جاتا ہے۔ یہ چونکہ تفہیم کے طور پر ہر مسئلے کی ابتدا میں مرتب کی طرف سے ایک مختصر گفتگو شامل ہے۔ لہذا اس میں جو سادگی، برجستگی، بے تکلفی اور پرکاری ہے وہ اپنے اندر ایک الگ ہی کشش رکھتی ہے۔ بطور مثال یہ اقتباس دیکھیں:

”نیک بیوی انسان کی بہت بڑی سعادت مندی اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا سبب ہے، اسی لیے شادی کو عام زبان

میں ”شادی خانہ آبادی“ کہا جاتا ہے مگر یہ ساری برکتیں اسلامی اصولوں کے مطابق شادی کرنے پر مبنی ہیں، اسلامی اصولوں کی پاسداری کے بغیر ہرگز شادی خانہ آبادی نہیں ہو سکتی، شادی بیاہ میں اسلامی ہدایات پر عمل نہ کرنا ”شادی“ خانہ بربادی کا پیش خیمہ ہے، آج ہمارے سماج میں میاں بیوی کے مابین جو خانہ جنگی، ساس بہو اور باپ بیٹے میں ناچاقیاں اور ناخوشگوار حالات ہیں یہ سب ہماری کوتاہیوں اور اسلامی اصول و آداب سے پہلو تہی کا ہی نتیجہ ہے۔“[ص:48]

زیر نظر مجموعہ میں کئی ایک ایسے مسائل بھی ہیں جو واقعی چونکانے والے ہیں، یعنی ہم دن رات وہ کام کرتے رہتے ہیں جن کا حکم شرعی ہمیں معلوم ہی نہیں۔ شادی بیاہ اور جلسہ و جلوس وغیرہ میں نابالغ بچوں سے پانی منگوا کر پینے کا چلن بالکل عام ہے، اسے کوئی برا بھی نہیں جانتا اور دیکھنے میں بھی آتا ہے کہ یہ کام زیادہ تر چھوٹے بچے ہی انجام دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ص:128، 129 پر فتاویٰ رضویہ سے ناجائز ہونے کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے، ساتھ ہی یہاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی یہ تنبیہ بھی مذکور ہے کہ:

یہاں سے استاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچے جو ان کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں ان سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ ان سے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ ان کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں۔[فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:2، ص:527]

جگہ جگہ ایسے مسائل بیان کیے گئے ہیں کہ ان سے بڑے مفید اور مؤثر نتائج و اسباق اخذ کیے جا سکتے ہیں، بس شرط یہ ہے کہ قاری سنجیدگی و متانت سے اپنا رشتہ مضبوط رکھے۔ کھانا کھانے کے آداب میں فاضل بریلوی کا یہ فتویٰ شامل اشاعت ہے کہ "کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالنا چاہیے" "بلکہ کوئی ایسی بات بھی نہیں کرنی چاہیے جو میزبان کو ناگوار گزرے اور انھیں خجالت کا سامنا کرنا پڑے۔ یعنی مذہب اسلام ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی احتیاط برتنے کا حکم صادر کرتا ہے کہ کہیں ہماری ہلکی سی کوتاہی بھی کسی کے دل دکھانے کا سبب نہ بن جائے۔ بھلا بتائیں! کہ اب مذہب اسلام ہمیں دن دہاڑے حق تلفی کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ واقعی یہ مقام غور و فکر ہے کہ آج امت مسلمہ ایک دوسرے کی دل آزاری میں ایسے مشغول رہتی ہے جسے دیکھ کر یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ایک دوسرے کی چغلی کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔

کتاب پڑھتے ہوئے مرتب کی یہ عادت مجھے بڑی اچھی لگی کہ انھوں نے والدین پر مرتب ہونے والے حقوق اولاد کو بھی بالتفصیل نقل فرمایا ہے۔ کیوں کہ آج کل ہمارے معاشرے میں حقوق والدین پر بڑی بڑی باتیں کی جاتی ہیں، جلسہ و جلوس میں تقریریں ہوتی ہیں اور تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اس پہ خوب خوب روشنیاں ڈالی جاتی ہیں، مگر حقوق اولاد پر بحث و مباحثہ ابھی تک شاذ و نادر کے بھول بھلیوں میں گم ہیں، جس کی وجہ سے والدین اپنے جگر پاروں کی درست تعلیم و تربیت نہیں کر پاتے اور وہ نامعلوم طور پہ گنہ گار بنتے رہتے ہیں۔ ص:80 تا88 فتاویٰ رضویہ سے سادہ اور عام فہم زبان میں وہ80 حقوق نقل میں لائے گئے ہیں جن سے گارجین کو واقف ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ معاشرے میں یہ روش کتنی عام ہے کہ جب بچہ روتا ہے تو والدین اسے خاموش کرانے کے لیے اس کی محبوب اور دلچسپ چیزیں دینے کا وعدہ کر لیتے ہیں، مگر کچھ ہی لمحے، گھنٹے اور ایام گزرنے کے بعد وہ بھول جاتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وہی وعدہ جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو“۔

آج امت مسلمہ کی پسماندگی و تباہی کے پیچھے ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے درمیان اچھے و سلجھے ہوئے مبلغین نہیں ہیں اور اگر چند ہیں بھی تو وہ تبلیغی اسرار و رموز سے ناواقف اور علم و عمل سے کوسوں دور ہیں۔ شاید یہی وہ قوی سبب ہے جس نے مرتب موصوف کو اپنا مقالہ مزید اضافے کے ساتھ کتابی شکل میں منصہ شہود پر لانے کے لیے مجبور کیا۔ ہاں! اب یہ قارئین کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہاں سے روشنی حاصل کر کے سماج میں پھیلی تاریکیاں دور کرنے میں سعی پیہم کا دلکش منظر پیش کریں تاکہ ایک خوشگوار معاشرہ تشکیل پا سکے اور اسلام و سنیت کی بہاریں ہماری قسمت بن سکیں۔ کتاب کی تزئین میں بھی موصوف کامیاب ہیں کہ انھوں نے یہاں درون و بیرون میں ایسے لطیف سامان یکجا کر دیے ہیں جو ذوق سلیم سے مناسبت رکھتے ہیں۔ فہرست کتاب کے بعد کئی ایسے اہم نام شامل ہیں جن سے نوازشات، حروفِ محبت اور تقریظ وغیرہ عناوین کے تحت اظہار خیال کا کام لیا گیا ہے۔☆☆☆☆☆

خیابانِ حرم

نعت پاک

جو اُن کو مان لیتے ہیں، وہ اُن کی مان لیتے ہیں

لبِ قرطاس و خامہ نعت کا عنوان لیتے ہیں
سمجھ لو آخرت کے واسطے سامان لیتے ہیں

گداگر لیتے ہیں، ہر دور کے سلطان لیتے ہیں
کرم کی بھیک بِردھن اور سب دھنوان لیتے ہیں

وہ ذرے جو کبھی زیرِ قدم استھان لیتے ہیں
مہ و خورشید و انجم سے بھی اعلیٰ شان لیتے ہیں

نظر ایسی کہ دل کا حال تک ان سے نہیں چھپتا
عجب روشن ضمیری ہے کہ سب کچھ جان لیتے ہیں

دعا سے اُنکی جب ہوتے ہیں نازل بدر میں قدسی
سنہری ریت میں انگڑائیاں بلسان لیتے ہیں

حدِ تفریق کر دیتے ہیں قائم حقّ و باطل میں
کرم والے برائی سے بھلائی چھان لیتے ہیں

منانے، مان جانے کا توازن اُن سے قائم ہے
جو اُن کو مان لیتے ہیں، وہ اُن کی مان لیتے ہیں

جو اپنے کان دیتے ہیں لبِ رحمت کی جنبش پر
وہ دامانِ طلب میں گوہر و مرجان لیتے ہیں

نگاہِ صاحبِ فتحِ مبیں نے چن لیا جن کو
وہی ایران لیتے ہیں، وہی توران لیتے ہیں

وہ جب سے ناخدا ٹھہرے تو بے خوف و خطر ہو کر
سفینے خود ہی اپنی گود میں طوفان لیتے ہیں

مرا دل ہے اُسی کا ایک مدّت سے تمنائی
مزہ جس قُرب کا سرکار یہ دربان لیتے ہیں

سوا نیزے کا سورج کر نہیں سکتا کباب اُن کو
جو چادر یادِ پیغمبر کی دل پر تان لیتے ہیں

کوئی اُن کے علاوہ حشر میں اُن سا نہیں ملتا
وہ اپنے امتی کو دور سے پہچان لیتے ہیں

اندھیری رات میں سورج اٹھایا اپنے کندھوں پر
اجالے اپنے ہالے میں اسے ہر آن لیتے ہیں

سہم جاتے ہیں جنگل کے درندے اپنے غاروں میں
عمر جب ہاتھ میں انصاف کی میزان لیتے ہیں

ہمارے پاس ہرگز بے حیائی آنہیں سکتی
عمل کرنے کو ہم جو سیرتِ عثمان

کماں خیبر کی دیتے ہیں بلا کر خود نبی جن کو
وہ آخر قوتِ بازو سے ہر میدان لیتے ہیں

دمِ آخر وہ اپنے لب پہ کلمہ لا نہیں سکتے
لبِ گستاخ جن کے ہرگھڑی ہذیان لیتے ہیں

مہتاب پیامی

صدائے بازگشت

حیاتِ مستعار کی آخری تحریر

فخرِ اہلِ سنت وجماعت آبروے صحافت، ماہرِ علوم و فنون صاحبِ تصانیفِ عظیمہ مفکرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی زادعمرکم الباری۔

ایک نجی مکتوب لے کر اول بار حاضرِ بارگاہ ہوں۔ مولانا شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ (1245ھ/1333مطابق 1915ء) جو اس مشرقی بہار اور اضلاعِ بنگال میں اتر دیناج پور و مالدہ وغیرہ کے گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے دینی، علمی، عملی، روحانی اور خصوصیت کے ساتھ اعتقادی تناظر میں سرخیل و سالار اور محسن و پیشوا رہے ہیں۔ ان کے حوالے سے گزرے ہوئے ستراسی برس سے افکار و عقاید کو لے کر حریفانِ اہلِ سنت ”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی“ کے جیسا کھیل کھیل رہے ہیں۔

(۱) 1955ء جنوری کے ”انسان“ ہفتہ وار ”انسان“ کا ”پورنیہ نمبر“ از اکمل یزدانی جامعی۔

(۲) ”آئینۂ پورنیہ“ از ڈاکٹر عبدالرقیب

(۳) ”حیاتِ مجاہد“ از مولوی حشمت اللہ ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

(۴) ”حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی ایک تعارف“ از مولوی شاہ فیاض عالم ولی اللّٰہی چشتی نظامی قاسمی (اولاً فاضل مدرسہ الٰہیات کانپور 1942ء، ثانیاً فاضل دار العلوم دیوبند، ضلع سہارن پور 1946ء (حفیظ شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی)

ان مذکورۃ الصدر جملہ مضامین اور کتب و رسائل میں ایڑی چوٹی کا زور ”کرتب بازی، چھلاوہ و فریب، مکر و دجل، دھوکا دھڑی، جعل سازی کے بوتے انھیں اپنے خانے میں کرنے کا جو طوفان بپا کیے ہیں وہ طوفان ہم اہلِ سنت کی طرف سے کلیجہ دہلا دینے والے، آنکھوں کو بے نور کر دینے، کانوں کو بہرا کر دینے والے، دل و دماغ کو سن کر دینے والے طوفان در طوفان کا متقاضی ہے۔ حالاں کہ آپ کے اس اپاہج نے ”حیات حفیظی“ ”حضرت لطیفی مجلہ“ ”نام ور باپ کے خطوط دیدہ ور بیٹے کے نام“ اور آخر الذکر قلمی کاوش ”عرفانِ حفیظ“، میں کئی طریقوں سے اس سازش اور گورکھ دھندے کو بے نقاب کیا ہے۔ لاجواب کرتے ہوئے ثبوت و حقائق اور دلائل و براہین کا اندازہ لگا دیا ہے مگر ”عجب ہنگامہ ہے برپا“ ویسے اب میں اپنے مرض، معاشی و مالی مجبوریوں اور خاص کر اس تحریک میں تنہائی کی بنیاد پر مزید کچھ کرنے کے لائق نہیں رہ گیا ہوں۔ ”آوازِ ملک“ یومیہ اخبار 1995ء بنارس یوپی سے لکھنے کا سفر شروع کیا تھا۔ یہ فروری 2022ء ہے، مذکورہ بالا وجوہات کے سبب اب سکت و حیثیت باقی نہ رہی۔ مجبور و معذور اور اپاہج ہو کر رہ گیا ہوں۔ خدا خیر کرے، آمین۔ اب میں اپنی حیاتِ مستعار کی آخری تحریر بسبب مجبوری لکھنے جا رہا ہوں۔ اپنے اسی پر دادا مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی ابوالعلائی کے عقائد و خیالات کے حوالے سے، چوں کہ اس رخ سے حقیر کو تازہ تازہ چیزیں اور متاعِ گم گشتہ ہاتھ آئی ہیں۔

(۱)- ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ جلد دوم، ص:168 تا 203

(۲)- ”مکتوبات علما و کلامِ اہلِ صفا“ ص:18۔

(۳)- ”مرأۃ النجدیۃ“، ص:29۔

دو ایک روز میں لکھنا شروع کرتا ہوں، ارسال کروں گا۔ لطف و مہربانی، شفقت و کرم نوازی، اصاغر پروری و خردہ برداری کا آخری ثبوت دیتے ہوئے اسے شاملِ ”اشرفیہ“ ضرور کیجیے گا۔ 1975ء میں پیدا ہوا، یہ 2022ء ہے، 47 سالہ دور زندگی کی قلمی رہ گزر کا دورانیہ] پچیس سالہ ہے۔ جو لکھوں گا اسے میں اپنی آخری تحریر سمجھوں گا، پھر اس کے بعد کبھی فون سے، نہ زبان و قلم سے کسی قلمی نقش کے حوالے سے سفارش کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آرام گاہِ سرکار حافظِ ملت کی مٹی چکھی ہے، آخری سانس تک مخلصانہ دَم بھروں گا خواہ دنیا کی کایا پلٹ ہو جائے۔

از: خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی

اسلام میں جنگی قوانین کے اصول وضوابط

مکرمی!—کہاوت ہے جنگ میں سب جائز ہوتا ہے لیکن مذہب اسلام اس نظریہ کی نفی کرتا ہے، جس جنگ میں تشدد، دہشت اور ظلم شامل ہو اسلام اس کو بالکل مسترد کرتا ہے۔ اسلام کو بدنام بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے یہ سراسر جھوٹ ہے۔ البتہ اسلام نے اپنے دفاع کے لیے جنگیں ضرور لڑی ہیں، لیکن اصول وضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے جنگ کے لیے شریفانہ ضوابط مقرر فرمائے اور اپنے فوجیوں اور کمانڈروں پر ان کی پابندی لازمی قرار دیتے ہوئے کسی حال میں ان سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی۔ قتال کے سلسلے میں رحمۃ اللعالمین ﷺ نے جو ہدایات دیں وہ انسانی تاریخ میں انفرادیت کی حامل ہیں، دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

(1) نبی کریم ﷺ نے اہل قتال کا فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا: ”کہ غیر اہل قتال کو نقصان نہ پہنچایا جائے، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، گوشہ نشینوں، زاہدوں اور مندروں کے مجاوروں اور پجاریوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(2) رسول کریم ﷺ مجاہدین کو رخصت کرتے ہوئے فرماتے: ”کسی بوڑھے، بچے، نابالغ لڑکے، اور عورت کو قتل نہ کرو، غنیمت میں چوری نہ کرو، جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے سب ایک جگہ جمع کردو، نیکی اور احسان کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے“۔

(سنن ابی داوود، کتاب الجھاد)

ایک حدیث میں ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک مقتول عورت کو دیکھا تو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔“ (صحیح بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب قتل النساء فی الحرب، 3: حدیث: 28521098، مسلم حدیث: 1744,1364)

اس سلسلے میں قرآن مجید میں واضح احکام اور بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف فوجیں روانہ کیں توان کو دس، ہدایتیں دیں:

1- کسی عورت کو قتل نہ کرنا-2- بچے کو قتل نہ کرنا-3- کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا-4- بوڑھے کو قتل نہ کرنا-5- آبادی کو ویران نہ کرنا-6- بکری اور اونٹ کو زخمی نہ کرنا، مگر یہ کہ انہیں کھانا ہو-7- شہد کی مکھیوں کو نہ جلانا-8- اور نہ ان کو بھگانا -9- امانت میں خیانت نہ کرنا-10- بزدلی نہ دکھانا۔

ان احکام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جنگ وجہاد کو ان تمام وحشیانہ افعال سے پاک کردیا جو اس عہد میں جنگ کا ایک لازمہ تھے۔

جتنی جلد ہو جنگ بند ہونی چاہیئے:

یہ نئی جنگ انسانیت پر ظلم عظیم ہے روس نے یوکرین پر پوری قوت سے حملہ کردیا ہے، یہ ایک دن میں نہیں ہوا مہینوں سے اس کی تیاری ہو رہی تھی سرحد پر فوجیں تعینات، بکتر بند گاڑیاں اور جنگی جہازوں کو الرٹ پر رکھنا، دوسرے سپر پاور ملکوں امریکہ، چین، فرانس، جرمنی، برطانیہ وغیرہ کی گیدڑ بھبکیاں دکھاوے والی کچھ نہ کرسکیں اور روس نے اپنے ہی پڑوسی پر حملہ کردیا۔ جدید زمانے میں جدید جنگی ساز وسامان سے جنگ لڑنا انسانی جانوں کا ضیاع اور خون بہانا بہت آسان ہے۔ ہمارے ملک کے طلبہ جو وہاں پھنسے ہوئے ہیں ان کی جان پر بنی ہوئی ہے اب تک دو ہندوستانی طالب علموں کی جان جا چکی ہے۔ کئی کئی کلومیٹر پیدل چل کر دوسرے ملکوں کی سرحدوں میں پہنچے ہیں اُن کا حال سن کر دیکھ کر دل بیٹھا جاتا ہے۔

اسلام دشمنوں کی دوغلی پالیسیوں کو دیکھیں کہ جب یہ سب مل کر عراق، افغانستان، لیبیا، سیریا، فلسطین کو تباہ کر رہے تھے تو تمام عالمی ادارے خاموش تھے مگر یوکرین کے لیے زبانی ہی سہی بول نہیں چیخ رہے ہیں۔۔ یاد رہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب قدرت ہر خون ناحق کا انتقام لے گی اور اس وقت قادر مطلق کی گرفت سے کوئی نہیں بچ پائے گا۔

از: حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی
hhmhashim786@gmail.com

خیروخبر

جامعہ اسلامیہ میرا روڈ میں جلسۂ تکمیل حفظ قرآن

میرا روڈ ممبئی کے مشہور ادارہ جامعہ اسلامیہ میں، مورخہ 22 فروری 2022ء، کو صبح نو بجے جلسۂ تکمیل حفظ قرآن منعقد ہوا، پروگرام کا آغاز مدرسہ کے متعلم محمد اسماعیل نے تلاوت کلام اللہ سے کیا، جلسہ میں ادارے کے مدرسین قاری محمد نواب علی، محمد خوشتر رضا اور حافظ ریحان رضا نے نعت ومنقبت خوانی کی، مولوی مجیر الحق نے "نماز اہم العبادات" کے عنوان سے مختصر بیان کیا۔

بانیِ ادارہ حضرت مفتی محمد اختر علی واجد القادری نے اپنے بیان میں کہا کہ اس مشکل دور میں بھی جامعہ اسلامیہ فروغ تعلیم میں اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے ہے، موصوف نے کہا کہ مدارس کے طلبہ اپنے مستقبل کو لے کر دنیوی اعتبار سے زیادہ فکر مند نہ ہوں، اللہ و رسول کے دین پر چلتے رہیں دنیا کی تمام پریشانیاں از خود ختم ہو جائیں گی، ان شاءاللہ۔

حضرت مولانا محمد اختر حسن صابری بدایونی نے کہا کہ مدارس کے محنتی طلبہ کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیاب ہوتے ہیں۔ مقدر کی روزی ہر ایک کو ضرور ملے گی، روزی کا مالک اللہ ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جس کے دین کی تعلیم حاصل کریں، اس پر عمل کریں، دین کی تبلیغ کریں اور وہ ہمیں محروم کرے، ایسا نہیں ہوگا۔ اس لیے میں جامعہ اسلامیہ کے طلبہ سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ جب تک مدرسے میں رہیں دل جمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کریں حضرت مولانا محمد مثنی اشرفی نے اخیر میں دعا کی۔

جلسے میں شرکت کرنے والوں میں حضرت مولانا عطاء الرحمٰن نوری، قاری محمد غفران رضا رضوی، الحاج سید اللہ بخش رضوی اور الحاج غیاث الدین شیخ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

از: akhtarkhair@gmail.com

عبدالسلام مسجد میں چالیس برس تک مسلسل ترجمہ وتفسیر ممبئی میں جلسۂ ختم درس تفسیر قرآن

بمقام عبدالسلام مسجد عبدالرحمٰن اسٹریٹ ممبئی میں ۸ شعبان ۱۴۴۳ مطابق ۱۱ مارچ ۲۰۲۲ کو بعد نماز عشا جلسۂ ختم درس تفسیر قرآن منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے انعقاد کا سبب یہ ہوا کہ حضرت مولانا سید عبدالجلیل رضوی مدظلہ العالی خطیب و امام عبدالسلام مسجد ممبئی نے ۱۴۰۳ھ میں اپنی مسجد میں بعد نماز ظہر درس تفسیر قرآن کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، ۱۴۴۳ھ کو چالیس سال میں مکمل قرآن پاک کی تفسیر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس جلسہ کی ابتدا حافظ و قاری مولانا سید عنایت رسول نے تلاوت قرآن پاک سے کی، پھر جناب صادق رضوی نے قصیدہ بردہ شریف پڑھ کر سامعین کے قلوب کو عشق رسول سے معمور کیا۔ پھر جناب سید ہدایت رسول نے نعت رسول اور اور محمد عامر رضوی نے منقبت غوث اعظم پیش کی۔

مفتی اشرف رضا نے خطاب پیش کرتے ہوئے کہا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے" اور کہا کہ حضرت سید صاحب اس لائق ہیں کہ سونے چاندی سے تولے جائیں کہ سید صاحب نے چالیس سال تک درس قرآن دیا قرآن کریم کی خدمت کی اور یہ بات آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ ہمارے آقا سیدنا سرکار عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ بقرہ کو ڈھائی سال میں سمجھ کر تلاوت کیا پھر لوگوں کو اس سے باخبر کیا اور اس خوشی میں ایک عظیم جشن منایا صحابہ کے درمیان مسرت و شادمانی کی کیفیت پیدا کی سب کو خوب کھانا کھلایا بھی اور سب کی دعائیں بھی لیں، سید صاحب اور ان سے استفادہ کرنے والے قابل مبارکباد ہیں اور اس موقع پر یہ خوبصورت تقریب کا اہتمام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ علما کے اعزاز و تکریم کی برکت سے انھیں صحت کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا سید اشرف صاحب خطیب و امام باؤلہ مسجد نے مختصراً تاثراتی خطاب پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا "اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں" انھیں علم والوں میں ایک حضرت مولانا سید عبدالجلیل رضوی صاحب قبلہ ہیں، انھوں نے تفسیر قرآن مع ترجمہ کنزالایمان بیان کرکے لوگوں کے ایمان کی حفاظت کیا ہے"۔

حضرت سید عبدالجلیل رضوی کو حضرت مولانا سید اشرف و مفتی اشرف رضا صاحبان نے حضور مفتیِ اعظم ایوارڈ پیش کیا۔

حضرت مفتی محمود اختر القادری نے خصوصی خطاب میں تفسیرِ قرآن کی اہمیت و ضرورت بیان فرماتے ہوئے کہا کہ عوام کے لیے قرآن مجید کا صرف ترجمہ کافی نہیں ورنہ زبان عربی میں قرآن مجید کی تفسیر کی ضرورت پیش نہ آتی کہ جو لوگ عربی جانتے ہیں انھیں ترجمہ کی کیا ضرورت؟ لیکن سب سے زیادہ قرآن مجید کی تفاسیر زبان عربی میں ہیں اور کنزالایمان زیادہ مفید ترین اسی لئے ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صرف لفظی ترجمہ نہیں فرمایا بلکہ قرآن کی ترجمانی فرمائی ہے۔

خطاب کے اخیر میں محمود العلماء نے شہزادۂ سید جلیل مولانا سید عنایت رسول کے تصنیف کردہ رسالہ بنام "حیات رضا سیرت رسول کی آئینہ دار" کی افادیت بیان فرماکر اس کا اجرا فرمایا اور پہلی کتاب حضرت سید معین میاں صاحب کو پیش فرمایا۔

حضور سیدِ جلیل حضرت مولانا سید عبدالجلیل رضوی صاحب قبلہ نے سورۂ الناس کی آخر دو آیات کی نہایت شاندار تفسیر بیان فرماکر چالیس سال کے طویل عرصہ سے جاری درس تفسیر میں قرآن پاک کو مکمل فرمایا پھر فوراً ہی نہایت بسیط و جامع دعا فرمائی۔

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما و رضا اکیڈمی کی جانب سے بدستِ مبارک صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما حضور معین المشائخ حضرت سید معین میاں صاحب و بانی رضا اکیڈمی جناب الحاج سعید نوری صاحب کے ہاتھوں نہایت خوبصورت فریم میں چاندی کے چالیس سکے حضور سید جلیل کی بارگاہ میں پیش کیے گئے۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے حضور سید امین میاں و حضور سید نجیب میاں کی جانب سے بھیجا گیا تبریک و تحسین نامہ شہزادۂ سیدِ جلیل حضرت مفتی سید عطائے رسول صاحب نے سامعین کو پڑھ کر سنایا۔ پھر یہ تبریک و تحسین نامہ مع اکیاون ہزار روپیہ حضرت مولانا سید ہاشمی میاں اور حضرت مفتی مقصود اختر کے ہاتھوں حضور سید جلیل کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔

برادرِ سیدِ جلیل مفتی سید یاور رضوی امریکہ کی جانب سے بھیجا گیا تہنیت نامہ عبدالسلام مسجد ٹرسٹ کی جانب سے حضور سید جلیل کی بارگاہ میں ھدیہ اور نذر پیش کیا گیا۔

انجمن برکات رضا کی جانب سے شہزادگان حضور سراج ملت حضرت مولانا سید ہاشمی میاں و حضرت سبحانی میاں صاحب نے تاج الشریعہ ایوارڈ حضور سید جلیل کی بارگاہ میں پیش کیا۔ دارالعلوم حنفیہ رضویہ کی جانب سے حضرت حافظ و قاری عبدالقادر نے حضور سید جلیل کی بارگاہ میں ھدیہ پیش کیا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی میاں کی بزم جیلانی مشن کی جانب سے جناب محمد مصطفی و جناب حمزہ صاحبان نے حضور سید جلیل کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کیا، محفل ذکر رسول کی جانب سے حضرت سید محبوب باپو نے حضور سید جلیل کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کیا، مصلیان عبدالسلام مسجد و شاگردگانِ سیدِ جلیل کی جانب سے جناب حاجی جنید و حاجی اویس ہیرا صاحبان نے حضور سید جلیل کی بارگاہ میں ایک لاکھ گیارہ ہزار روپیہ کا ہدیہ پیش کیا۔

حضرت مولانا عبدالقادر کھتری علیہ الرحمۃ کے حکم پر حضور سیدِ جلیل نے درسِ تفسیر قرآن شروع فرمایا تھا حضور سیدِ جلیل کے ہاتھوں ان کے شہزادے جناب محمد قاسم کھتری کی بارگاہ میں اعزازی انعام پیش کیا گیا، مدرسہ گلشن مصطفی کرناٹک کی جانب سے حضور سید جلیل کی بارگاہ میں تہنیت نامہ و ھدیہ پیش کیا گیا اور ان کے دونوں شہزادگان کو رضوی امجدی دارالافتاء کے سالانہ جلسۂ دستار افتا کے موقع پر قائد ملت حضور عسجد میاں کی اجازت و خلافت حاصل ہونے پر تہنیت نامہ و ھدیہ پیش کیا گیا۔

حضور معین المشائخ حضرت سید معین میاں کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا عوام اہل سنت کو ایمان پر خاتمہ کی دعا کا طغرہ تحفۃً تقسیم کیا گیا۔

از: رضا اکیڈمی

ملت کے نام حضرت عزیز ملت کا پیغام

حضرات گرامی .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ آج اسلام وسنیت کو مختلف چیلنجوں کا سامنا ہے اور ہر محاذ پر مقابلہ کے لیے ماہر ومعتبر علما کی جماعت ضروری ہے اور ایسے ماہرین پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلیمی شعبوں کو مزید آگے بڑھائیں اور فضیلت سے فارغ ہونے والے علما کے لیے تحقیق اور مطالعہ کے کچھ ایسے تربیتی شعبے قائم کریں جن میں اسلام وسنیت کے ساتھ دیگر مذاہب مثلاً یہودیت، عیسائیت، قادیانیت، رافضیت وغیرہ پر گہری نظر رکھنے والے الگ الگ گروپ تیار ہوں، جو تقریری وتحریری طور سے باطل کا جواب دے سکیں اور ان میں بھی الگ الگ ممالک اور مختلف زبانوں کے لحاظ سے افراد تیار ہوں، جو بیرون ملک بھی اسلام وسنیت کی حفاظت کا فریضہ انجام دے سکیں، اسی طرح پیدا شدہ حالات کی روشنی میں نئے نئے فقہی سوالات بھی جنم لے رہے ہیں، جن کے حل کے لیے ماہر فقہا ومفتیان کی تخریج ضروری ہے، جب کہ ابتدائی فارسی وعربی سے عالم وفاضل تک کے کورس کو مزید مستحکم ونتیجہ خیز بنانے اور زیادہ سے زیادہ اچھے افراد پیدا کرنے کی ضرورت اپنی جگہ مسلم ہے۔ نصاب کی اصلاح اور نئی کتابوں کی تیاری کے لیے بھی تجربہ کار اہلِ قلم کا ایک بورڈ ضروری ہے۔ ادارے کو اسلامی یونیورسٹی کی شکل دینے کے لیے کالج کی سطح کے مختلف شعبوں کا قیام اور ان کا معقول انتظام بھی ہمارے سامنے ہے۔ لیکن ان منصوبوں کی تکمیل کے لیے مختلف اسباب ووسائل کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک اہم مسئلہ سرمایہ کی فراہمی کا بھی ہے، کیوں کہ ہماری سرپرستی کے لیے کوئی حکومت نہیں ہے جو دینی منصوبوں کی روشنی میں مصارف کا انتظام کرے۔ ہماری ضروریات غریب مسلمانوں اور قوم کے اہلِ خیر حضرات ہی سے پوری ہوتی ہے۔ ادارہ کے پھیلاؤ اور تعلیمی وتعمیری ترقیاتی منصوبوں کے پیش نظر اہلِ خیر حضرات کی مزید توجہ اور اعانت کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے لیے بعض اہلِ خیر نے یہ تجویز رکھی ہے کہ پورے ملک سے دس ہزار ایسے ممبر بنائے جائیں جو کم از کم ایک بار گیارہ ہزار ایک سو گیارہ روپے کا تعاون پیش کریں اور ادارہ ان کو اعزازی رکنیت کی سند بھی عطا کرے۔ اگر اس مطلوبہ تعداد میں ممبر سازی مکمل ہو جاتی ہے تو اگلے بہت سے منصوبوں کی تکمیل آسان ہو جائے گی۔

اس تجویز کی روشنی میں ہم آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ دین کے فروغ واستحکام اور قوم مسلم کی سربلندی کے لیے آپ خود بھی مخلصانہ قدم بڑھائیں اور اپنے احباب ومتعلقین کو بھی تیار کریں اور ایسے حضرات کی نشان دہی فرمائیں جن کو اس کار خیر میں شریک کیا جا سکے۔ امید ہے کہ آپ رکنیت فارم پُر کرنے کے ساتھ اپنی رقم گیارہ ہزار ایک سو گیارہ روپے (Rs. 11,111) دستی یا الجامعۃ الاشرفیہ (Al-Jamiatul, Ashrafia) کے نام ڈرافٹ بنوا کر بہت جلد ارسال فرمائیں گے اور دوسرے ایسے اہل سنت کے پتے بھی فراہم کریں گے جن سے رابطہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتوں سے نوازے اور دینی کاموں میں حصہ لینے کی پوری توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی مصیبت وپریشانی سے محفوظ ومامون رکھے، آمین۔

رابطے کا پتہ: مجلسِ تعمیر وترقی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ۔ (یو۔پی۔)

از: عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

MAY 2022

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الٰہی تا بود خورشید و ماہی — چراغ چشتیاں را روشنائی

هو المعین

سلطان الہند عطائے رسول غریب نواز اجمیر شریف کی بارگاہ میں دو روزہ نیشنل

چشتی سیمینار و خواجۂ اعظم کانفرنس

بموقع عرس مبارک حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان پیر و مرشد خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان

تاریخ ۴، ۵ شوال ۱۴۴۳ھ مطابق: ۶، ۷ مئی ۲۰۲۲ء بروز جمعہ و شنبہ — مقام بیت النّور درگاہ اجمیر شریف

باہتمام عطائے رسول غریب نواز فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

بھارت کی خانقاہوں، آستانوں، دینی دانش گاہوں اور عصری درس گاہوں کے معزز مہمانوں کی شرکت ہو رہی ہے۔

سرپرستی وقیادت: شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد مہدی میاں چشتی وکیل اشرفی گدی نشین درگاہ اجمیر شریف

افتتاحیہ: استقبالیہ و تعارفِ موضوع و مہمانانِ گرامی

نشستیں: سرکار غریب نواز کی حیات، خدمات، تعلیمات اور معمولات سے متعلق مقالات کی پیشکش و سماعت اور تبصرے و جائزے

مجالس مذاکرات: تعلیمات خواجہ و مشائخ چشت اہل بہشت اور صوفیانہ روایات و مراسم پر خوشگوار نتیجہ افروز مذاکراتی گفتگو

اختتامیہ: مقالات کے خلاصے اور غریب نواز کے انسانی سماجی تعلیمات اور بین الاقوامی بھائی چارگی کا پیغام، اور ہدیۂ تشکر

خواجۂ اعظم کانفرنس: طے شدہ عنوانات کے تحت منتخب مشائخ اور علمائے کرام کا موضوعاتی خطاب و تاثرات

مقصد: حضرت خواجہ غریب نواز کی حیات، خدمات، تعلیمات اور معمولات زندگی کے جن گوشوں اور پہلوؤں پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی ہے، سے روشناس کرانا، حاصل شدہ مشورے اور معلومات و مواد کی روشنی میں اقدامی پیش رفت کی منصوبہ بندی اور عرب و عجم میں حیات خواجہ و تعلیمات غریب نواز سے واقف کرانے کی پیش بندی

داعی: (مفتی) سید نور العین چشتی ازہری (فرزند سید محمد مہدی میاں)
وائس چیئرمین عطائے رسول غریب نواز فاؤنڈیشن اجمیر شریف

Mob.: 9565545226, 9582859385, 9818675311, 9460177862
E-mail: shahnawazmisbahi786@gmail.com, noorsanjari@gmail.com